﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم﴾ ﴿......اِنّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآء﴾(آل عمران:۷۴) ﴿......عَسٰی اَنْ يَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا﴾ (بنی اِسرائیل:۸۰)

ہفت روزہ

الفضل

انٹرنیشنل

مدیر اعلیٰ :— نصیر احمد قمر

جلد ۱۰ | جمعۃ المبارک ۲۴ / جنوری ۲۰۰۳ء | ۱۹/ ذوالقعدہ ۱۴۲۳ہجری قمری ❁ ۲۴/ صلح ۱۳۸۲ہجری شمسی | شمارہ ۴

حادثاتی موت سے بچنے کی دعا

حضرت ابوالیسرؓ نے رسول اللہ ﷺ کی یہ دعا بیان کی۔
اے اللہ میں اس بات سے تیری پناہ چاہتا ہوں کہ کسی دیوار کے نیچے آ کر مروں یا بلندی سے گر کر مر جاؤں یا ڈوب کر یا جل کر مروں یا بہت بڑھاپے کی موت آئے یا موت کے وقت شیطان مجھ پر مسلّط ہو یا تیری راہ میں پیٹھ پھیر کر مروں یا موذی جانور کے ڈسنے سے ہلاک ہو جاؤں۔

(مسند احمد)

﴿ارشادات عالیہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام﴾

خدا تعالیٰ سے نہایت سوز اور ایک جوش کے ساتھ یہ دعا مانگنی چاہئے کہ جس طرح اور پھلوں اور اشیاء کی طرح طرح کی لذّتیں عطا کی ہیں نماز اور عبادت کا بھی ایک بار مزا چکھا دے۔

وہ نماز بدیوں کو دور کرتی ہے جو اپنے اندر ایک سچائی کی روح رکھتی ہے اور فیض کی تاثیر اس میں موجود ہے۔

’’پس میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ سے نہایت سوز اور ایک جوش کے ساتھ یہ دعا مانگنی چاہئے کہ جس طرح اور پھلوں اور اشیاء کی طرح طرح کی لذّتیں عطا کی ہیں نماز اور عبادت کا بھی ایک بار مزا چکھا دے۔ کھایا ہوا یاد رہتا ہے۔ دیکھو اگر کوئی شخص کسی خوبصورت کو ایک سرور کے ساتھ دیکھتا ہے تو وہ اُسے خوب یاد رہتا ہے اور پھر اگر کسی بد شکل اور مکروہ ہیئت کو دیکھتا ہے تو اس کی ساری حالت اس کے بالمقابل مجسّم ہو کر سامنے آجاتی ہے۔ ہاں اگر کوئی تعلق نہ ہو تو کچھ یاد نہیں رہتا۔ اسی طرح بے نمازوں کے نزدیک نماز ایک تاوان ہے کہ ناحق صبح اُٹھ کر سردی میں وضو کر کے خواب راحت چھوڑ کر اور کئی قسم کی آسائشوں کو چھوڑ کر پڑھنی پڑتی ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ اُسے بیزاری ہے وہ اس کو سمجھ نہیں سکتا۔ اس لذّت اور راحت سے جو نماز میں ہے اس کو اطلاع نہیں ہے۔ پھر نماز میں لذّت کیونکر حاصل ہو۔

میں دیکھتا ہوں کہ ایک شرابی اور نشہ باز انسان کو جب سرور نہیں آتا تو وہ پَے در پَے پیتا جاتا ہے یہانتک کہ اس کو ایک قسم کا نشہ آجاتا ہے۔ دانشمند اور زیرک انسان اس سے فائدہ اُٹھا سکتا ہے اور وہ یہ کہ نماز پر دوام کرے اور پڑھتا جاوے یہانتک کہ اس کو سرور آجاوے۔ اور جیسے شرابی کے ذہن میں ایک لذّت ہوتی ہے جس کا حاصل کرنا اس کا مقصود بالذّات ہوتا ہے اسی طرح سے ذہن میں اور ساری طاقتوں کا رجحان نماز میں اسی سرور کو حاصل کرنا ہو اور پھر ایک خلوص اور جوش کے ساتھ کم از کم اس نشہ باز کے اضطراب اور قلق و کرب کی مانند ہی ایک دعا پیدا ہو کر وہ لذّت حاصل ہو جائے گی۔ پھر نماز پڑھتے وقت ان مفاد کا حاصل کرنا بھی ملحوظ ہو جو اُس سے ہوتے ہیں اور احسان پیش نظر رہے۔ ﴿اِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ﴾(ھود:۱۱۵)۔ نیکیاں بدیوں کو زائل کر دیتی ہیں۔ پس ان حسنات کو اور لذّات کو دل میں رکھ کر دعا کرے کہ وہ نماز جو صدیقوں اور محسنوں کی ہے وہ نصیب کرے۔

یہ جو فرمایا ہے کہ ﴿اِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ﴾(ھود:۱۱۵) یعنی نیکیاں یا نماز بدیوں کو دور کرتی ہے یا دوسرے مقام پر فرمایا ہے کہ نماز فواحش اور بُرائیوں سے بچاتی ہے اور ہم دیکھتے ہیں کہ باوجود نماز پڑھنے کے پھر بدیاں کرتے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ وہ نماز پڑھتے ہیں مگر نہ رُوح اور راستی کے ساتھ۔ وہ صرف رسم اور عادت کے طور پر ٹکریں مارتے ہیں۔ اُنکی رُوح مردہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا نام حسنات نہیں رکھا۔ اور یہاں جو حسنات کا لفظ رکھا اور الصلوٰۃ کا لفظ نہیں رکھا باوجودیکہ معنی وہی ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ تا نماز کی خوبی اور حُسن و جمال کی طرف اشارہ کرے کہ وہ نماز بدیوں کو دور کرتی ہے جو اپنے اندر ایک سچائی کی روح رکھتی ہے اور فیض کی تاثیر اس میں موجود ہے وہ نماز یقیناً یقیناً بُرائیوں کو دور کر دیتی ہے‘‘۔(ملفوظات جلد نہم صفحہ ۷،۸۔مطبوعہ لندن)

آنحضرت ﷺ کے کشوف آپ کے خادم اور غلامِ کامل مسیح موعود علیہ السلام کے کشوف سے بہت بڑھ کر تھے اور ان میں جو پیشگوئیاں تھیں وہ بھی نہایت عظیم الشان تھیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعدد کشوف کا تذکرہ۔

یہ دعا کرنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ دل کو ہر قسم کی حرص و ہوا سے خالی کر دے

لڑکیوں کی شادیوں میں جہیز کو اہمیت نہ دیں۔ لڑکی اچھی صورت، اچھی سیرت کی ہو اس کے بعد کسی جہیز کا مطالبہ کرنا بالکل ناجائز ہے۔ بچیوں کی رخصتی کے تعلق میں آنحضرت ﷺ کی سنت پر عمل کریں۔

(خلاصہ خطبہ جمعہ ۱۷/ جنوری ۲۰۰۳ء)

(لندن ۱۷/ جنوری): سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے آج خطبہ جمعہ مسجد فضل لندن میں ارشاد فرمایا۔ تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور ایدہ اللہ نے سورۃ الشوریٰ کی آیت ۵۲ کی تلاوت و ترجمہ پڑھ کر سنایا اور پھر گزشتہ خطبہ جمعہ کے مضمون کے تسلسل میں اس مرتبہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مختلف کشوف کا ذکر فرمایا۔

حضور ایدہ اللہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کشوف میں فرق کو واضح کرتے ہوئے بتایا کہ آنحضرت ﷺ کے کشوف خادم یعنی مسیح موعودؑ کے کشوف سے بہت

بڑھ کرتے اور ان میں جو پیشگوئیاں تھیں وہ بھی نہایت عظیم الشان تھیں۔ آنحضرت ﷺ اور حضرت مسیح موعودؑ کا تعلق آقا اور غلام کا تعلق تھا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام آپ کے غلامِ کامل سہی مگر بہر حال غلام تھے۔

حضور انور نے فرمایا کہ ایک اور فرق یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے جو کشوف دیکھے ان میں بکثرت دوسرے بھی شریک ہوئے جبکہ حضرت مسیح موعودؑ کے کشوف میں مجھے کوئی ایسی بات دکھائی نہیں دی۔ آپ کے کشوف آپ تک ہی محدود تھے۔ مگر رسول اللہ ﷺ کو بہت کثرت کے ساتھ عظیم الشان فتوحات دکھائی گئیں۔

حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ حضرت مسیح موعودؑ کے کشوف میں گھوڑوں پر سوار بادشاہوں کا بھی ذکر ہے۔ حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ میں نے بھی وہ بادشاہ دیکھے ہیں۔ حضور نے فرمایا کہ کثرت سے افریقہ میں اب بادشاہوں کے بادشاہ بھی ایمان لے آئے ہیں مگر جو بادشاہ رسول اللہ ﷺ نے دیکھے تھے ان کی شان ہی نرالی تھی۔ کہاں قیصر و کسریٰ ایسے بادشاہ اور کہاں افریقہ کے غریب ملکوں کے بادشاہ۔

حضور ایدہ اللہ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعدد کشوف کا ذکر فرمایا جن میں بعض ہندوؤں اور مخالفوں کے متعلق حالات آپ کو دکھائے گئے اور پھر بعینہٖ اسی طرح واقعات ظہور پذیر ہوئے۔ حضور علیہ السلام نے ایک کشف میں حضرت مسیح ناصری علیہ السلام سے بھی ملاقات کی جس میں آپ نے حضرت مسیح کے ساتھ ایک جگہ ایک ہی برتن میں کھانا کھایا۔ اسی طرح آپ نے دو مرتبہ کشف میں حضرت باوا نانکؒ کو دیکھا۔ ایک دفعہ حضورؑ نے کشفی حالت میں دیکھا کہ ایک شخص جو فرشتہ معلوم ہوتا ہے اور اس کا نام شیر علی ہے اس نے ایک جگہ لٹا کر آپ کی آنکھیں نکالی ہیں اور صاف کی ہیں اور ہر ایک بیماری اور کوتاہ بینی کا مادہ نکال دیا ہے اور ایک مصفّا نور جو آنکھوں میں پہلے سے موجود تھا مگر بعض مواد کے نیچے دبا ہوا تھا اس کو ایک چمکتے ہوئے ستارے کی طرح بنا دیا ہے۔ حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ یہ اسی قسم کا کشف ہے جس طرح آنحضرتؐ نے دیکھا تھا جس میں دو فرشتوں نے آپ کے سینہ کو چاک کر کے اور دل کو صاف کر کے پھر اس میں واپس رکھا تھا۔

حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ ایک دفعہ حضور علیہ السلام نے کشف میں سورۃ فاتحہ کو ایک کھلے ہوئے گلاب کے پھول کی صورت میں دیکھا۔

حضور نے سرخ چھینٹوں کے نشان والے کشف کا بھی ذکر فرمایا جس میں حضور علیہ السلام نے دیکھا تھا کہ آپ نے بعض احکام قضا و قدر اپنے ہاتھ سے لکھے ہیں اور پھر اس کو دستخط کروانے کے لئے اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کیا ہے اور خدائے تعالیٰ نے جو ایک حاکم کی شکل پر متمثل تھا اپنے قلم کو سرخی کی دوات میں ڈبو کر اول اس سرخی کو حضورؑ کی طرف چھڑکا۔ اور جب اس حالت کشفی کے بعد دیکھا تو کئی قطرات سرخی کے تازہ بتازہ کپڑوں پر پڑے ہوئے تھے۔ اسی طرح حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ بارہا غوث اور قطب وقت میرے پر مکشوف کئے گئے جو میری عظمت مرتبت پر ایمان لائے ہیں اور لائیں گے۔ ایک کشف کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو اطلاع دی کہ سورۃ العصر کے اعداد پر غور کرو اس میں حضرت آدمؑ سے آنحضرتؐ کے روز وفات تک قمری حساب سے ۴۷۳۹ برس بنتے ہیں۔ ایک کشف میں حضور علیہ السلام نے ایک لاکھ کی فوج طلب کی تو بتایا گیا کہ ایک لاکھ نہیں ملے گی مگر پانچ ہزار سپاہی دیا جائے گا۔ حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ پانچ ہزار کی تعداد اُس وقت کے لحاظ سے ہے۔ اس سے مراد واقفین زندگی ہیں۔ اب خدا کے فضل سے ساری دنیا میں وقف کی روح سے کام کرنے والوں کی تعداد ایک لاکھ تک پہنچتی ہو گی۔

حضور ایدہ اللہ نے حضرت مسیح موعودؑ کے مختلف کشوف کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ایک دفعہ کشفی رنگ میں حضرت مسیح موعودؑ نے دیکھا کہ آپ نے نئی زمین اور نیا آسمان پیدا کیا ہے۔ اس سے مراد یہ تھی کہ خدا تعالیٰ آپ کے ہاتھ پر ایسی تبدیلی پیدا کرے گا کہ گویا آسمان اور زمین نئے ہو جائیں گے اور حقیقی انسان پیدا ہوں گے۔ حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ یہ محاورہ ایسا ہی ہے جیسے قرآن کریم میں ہے ﴿مَارَمَيْتَ اِذْرَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى﴾۔ کہ اے رسول یہ مٹھی تو نے نہیں پھینکی بلکہ اللہ تعالیٰ نے پھینکی ہے۔ اسی طرح ایک کشف میں حضور علیہ السلام کو آپ کے نام کے اعداد حروف کی طرف توجہ دلائی گئی کہ یہی مسیح ہے جو تیرھویں صدی کے پورا ہونے پر ظاہر ہونے والا تھا۔ 'غلام احمد قادیانی' کے عدد پورے تیرہ سو ہیں۔ حضور علیہ السلام نے کشفی طور پر عین بیداری میں بارہا بعض مُردوں سے بھی ملاقات کی۔ 'اسلامی اصول کی فلاسفی' کے مضمون کے متعلق آپ کو کشفاً فتح کی خوشخبری دی گئی۔ حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ تمام دنیا میں اب بھی یہ کتاب اس بات کی گواہ ہے کہ اللہ نے جو آپ سے وعدے کئے تھے وہ بعینہٖ اسی طرح پورے ہوئے۔ ایک دفعہ عالم کشف میں حضور علیہ السلام نے دیکھا کہ زمین نے آپ سے مخاطب ہو کر کہا کہ اے خدا کے ولی میں تجھ کو پہچانتی نہ تھی۔ ایک دفعہ عالم کشف میں حضور علیہ السلام نے حضرت کرشن جی کو دیکھا۔ انہوں نے اپنی ناک حضور علیہ السلام کی ناک سے اور اپنی پیشانی آپ کی پیشانی سے ملائی۔ ایک کشف میں حضور علیہ السلام نے دیکھا کہ قادیان ایک بڑا عظیم الشان شہر بن گیا ہے۔ ایک کشف میں آپ نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے تمثّل کے طور پر آپ کے گلے میں ہاتھ ڈال کر فرمایا۔ ''جے تو میرا ہو رہیں سب جگ تیرا ہو''۔ حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ یہ بہت ہی پیار کا اظہار ہے۔ دعا کرتے وقت یہ دعا کرنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ دل کو ہر قسم کی حرص و ہوا سے خالی کر دے۔ یہ بہترین دعا ہے۔

خطبہ کے آخر پر حضور نے ایک دکھی بچی کے خط کے حوالہ سے بتایا کہ اس نے لکھا ہے کہ میرے ماں باپ غریب تھے زیادہ جہیز نہیں دے سکے اور مجھے ہر وقت سسرال سے طعنے ملتے ہیں۔ حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ میری احباب جماعت کو نصیحت ہے کہ اول تو جہیز کو بہت اہمیت نہ دیں۔ لڑکی اچھی صورت اور اچھی سیرت کی ہو اس کے بعد کسی جہیز کا مطالبہ کرنا بالکل ناجائز ہے۔ آنحضرتؐ کی سنت پر عمل کریں کہ کس طرح سادہ کپڑوں میں آپ نے اپنی بیٹی کو رخصت کیا تھا۔

اَلَيْسَ الصُّبْحُ بِقَرِيْب ؟

(فردا کے لئے ایک نظم)

یہی شام و سحر عکس بہار گلستاں ہوں گے
نہیں اب دُور وہ دن ختم جب یہ امتحاں ہوں گے

عجب معجز نما یہ عشق ہے، تم دیکھتے جاؤ
نئی دنیا، نئے اس کے زمین و آسماں ہوں گے

اسی آسن میں ہوں گے سرخرو اہل وفا یارو
یونہی جو خاک ہوں گے وہ عزیزِ آستاں ہوں گے

نظامِ نَو بیک جنبش نظامِ زر بدل دے گا
درود و حمد کے سکّے زرِ اقلیمِ جاں ہوں گے

فرشتے دف بجائیں گے، ہوائیں گیت گائیں گی
سکون و امن کے چشمے ہر اک جانب رواں ہوں گے

غریب شہر ہو تم آج دنیا تم پہ ہنستی ہے
تمہارے ہی جگر گوشے مگر کل حکمراں ہوں گے

دعائے خیر سے تب یاد کر لینا ہمیں بھی تم
کہانی جب مکمل ہو گی ہم اک داستاں ہوں گے

(جمیل الرحمٰن۔ہالینڈ)

عربی زبان میں تین نئی کتب

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے حکومت پاکستان کے مبینہ قرطاس ابیض کے ردّ میں جو خطبات ارشاد فرمائے تھے اور جو اردو میں 'زھق الباطل' کے نام سے شائع شدہ ہیں ان میں سے خطبہ نمبر ۵ تا نمبر ۹ کے عربی ترجمہ پر مشتمل تین کتب حال ہی میں طبع ہوئی ہیں۔ اس سے قبل اس سلسلہ کے پہلے چار خطبات عربی زبان میں طبع ہو چکے ہیں۔ یہ کتب عربوں میں تبلیغ کے لئے نہایت مفید ہیں۔ نئی طبع ہونے والی کتب کی تفصیل یہ ہے۔

(۱) حِمَايَةُ مَصَالِحِ الْمُسْلِمِيْنِ بِالْهِنْدِ وَدَوْرُ الْاَحْمَدِيَّة:

یہ کتاب خطبہ نمبر ۵ اور نمبر ۶ پر مشتمل ہے۔ جن میں حضور ایدہ اللہ ہندوستان کے مسلمانوں کے قومی مفادات کے تحفظ کے لئے جماعت احمدیہ کی عظیم قربانیوں کا مدلّل طور پر ذکر فرمایا ہے اور بتایا ہے کہ برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں پر جب بھی کوئی مصیبت ٹوٹی تو ان کی مشکلات کو دور کرنے میں اللہ کے فضل سے جماعت احمدیہ صف اوّل کی قربانیاں پیش کرنے والوں میں شامل تھی۔

(۲) مَأْسَاةُ مُسْلِمِيْ كَشْمِير وَ فَلسطين وَ الْخِدْمَاتُ الْاَحْمَدِيَّة:

خطبہ نمبر ۷ اور نمبر ۸ کے عربی ترجمہ پر مشتمل اس کتاب میں کشمیر اور فلسطین کے مسلمانوں کی ہمدردی میں جماعت احمدیہ کی عظیم الشان خدمات کا ٹھوس شواہد کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے اور معاندین کے اس شرانگیز پراپیگنڈا کا بھرپور جواب دیا گیا ہے کہ نعوذ باللہ جماعت احمدیہ کشمیری اور عرب مسلمانوں کے مفادات کو نقصان پہنچانے والی یا یہود کی ایجنٹ ہے۔ حضرت چوہدری ظفر اللہ خان صاحب نے فلسطینیوں کے حق میں اقوام متحدہ میں جو آواز اٹھائی اس کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔ اس میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ ایک احمدی جس ملک میں رہتا ہے وہ قرآنی تعلیم اور سنت نبوی کے مطابق اس کا وفادار ہے اور وفادار رہے گا۔

(۳) عُلَمَآءُ هُمْ ......وَقْفَة تَأَمُّلِيَّة:

یہ مبیّنہ 'قرطاس ابیض' کے ردّ میں نواں خطبہ ہے۔ اس میں حضور ایدہ اللہ نے ثابت فرمایا ہے کہ مسلمانوں کی نکبت اور ادبار کے ذمہ دار وہ بگڑے ہوئے علماء ہیں جن کے متعلق آنحضرتؐ نے فرمایا تھا کہ وہ تمام فتنوں کی آماجگاہ اور آسمان کے نیچے تمام مخلوق میں سے بدترین ہیں۔ یہ **عُلَمَاءُ هُمْ** ہیں۔ رسول اللہ ﷺ سے ان کا کوئی روحانی تعلق نہیں ہے اور امّت مسلمہ کی زندگی کے لئے ضروری ہے کہ ان علماء سوء سے چھٹکارا حاصل کیا جائے۔

امراء ممالک سے درخواست ہے کہ ان کتب کے لئے اپنے آرڈرز جلد بھجوائیں۔

(ایڈیشنل وکیل الاشاعت لندن)

اسلام کی ترقی میں مساجد کا کردار

(ڈاکٹر افتخار احمد ایاز)

﴿اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِىْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ﴾ (سورة آل عمران:۹۷)

یقیناً پہلا گھر جو بنی نوع انسان (کے فائدے) کے لئے بنایا گیا وہ ہے جو بکّہ میں ہے۔ (وہ) مبارک اور باعثِ ہدایت بنایا گیا تمام جہانوں کے لئے۔

﴿وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا۔ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى۔ وَعَهِدْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ اَنْ طَهِّرَا بَيْتِىَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ﴾ (سورة البقرہ:۱۲۶)

اور جب ہم نے (اپنے) گھر کو لوگوں کے بار بار اکٹھا ہونے کی اور امن کی جگہ بنایا۔ اور (اے انسانو!) ابراہیم (کی عبادت) کے مرتبہ میں سے کچھ نماز کے وقت اپنالو۔ اور ہم نے ابراہیم اور اسماعیل کو تاکید کی کہ تم دونوں میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور اعتکاف بیٹھنے والوں اور رکوع کرنے والوں (اور) سجدہ کرنے والوں کے لئے خوب پاک وصاف بنائے رکھو۔

ان آیات میں بیت اللہ یعنی خانہ کعبہ کے اغراض و مقاصد بیان کئے گئے ہیں۔ بیت اللہ چونکہ اوّل المساجد ہے اس لحاظ سے تمام مساجد کی بھی یہی اغراض ہوں گی جیسا کہ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا﴾ (سورة جن:۱۹) اور ہم نے یہ بھی فیصلہ کیا ہے کہ مساجد ہمیشہ اللہ ہی کی ملکیت قرار دی جائیں۔ پس اے لوگو! تم ان میں اس کے سوا کسی کو نہ پکارو۔

تعمیر مساجد کی اغراض

پس بیت اللہ یا خانہ ہائے خدا کی اغراض قرآن کریم کے مطابق یہ ہیں:

اوّل یہ کہ بیت اللہ کو تمام بنی نوع انسان کے لئے بنایا گیا تھا۔ مطلب یہ کہ مسجد ایسا گھر ہوتا ہے کہ مساوات پیدا کرتا ہے۔ اس میں غریب اور امیر، مشرقی اور مغربی کا امتیاز مٹا دیا جاتا ہے۔ اس کے دروازے تمام بنی نوع انسان کے لئے کھلے ہوتے ہیں۔ گورے اور کالے کی کوئی تمیز نہیں ہوتی۔ چھوٹے اور بڑے کا اس میں کوئی فرق نہیں ہوتا بلکہ ہر ایک کا مسجد میں مساوی حق تسلیم کیا جاتا ہے۔

دوسری غرض مسجد کی یہ بیان فرمائی کہ وہ مقام مبارک ہوتا ہے اس لئے کہ وہ خدا تعالیٰ کے ذکر کے لئے مخصوص ہوتی ہیں۔ وہاں خدائے واحد کی عبادت اور دعائیں کی جاتی ہیں اور ایسے مقام پر اللہ تعالیٰ کی برکتیں نازل ہوتی ہیں۔ مساجد اس لحاظ سے بھی مبارک ہیں کہ ان کو صاف ستھرا اور پاکیزہ رکھنے کی ہدایت ہے۔ حتی کہ ان میں آنے والوں کے لئے ہدایت ہے کہ وہ حسب توفیق خوشبو وغیرہ کا استعمال کرکے آئیں۔

تیسری غرض مساجد کا لوگوں کے لئے ہدایت کا موجب ہونا ہے۔ کیونکہ وہاں دین کی تعلیم اور تبلیغ کا انتظام ہوتا ہے۔ قرآن وحدیث کی درس وتدریس کے علاوہ جمعہ کا خطبہ ہوتا ہے جس میں وعظ و نصیحت کی جاتی ہے اور لوگوں کو قربانیوں پر آمادہ کیا جاتا ہے۔ ان میں دینی اور دنیوی اصلاحات کے لئے مشورے ہوتے ہیں اور مسلمانوں کی فلاح و بہبود اور ترقی کی باتیں بیان کی جاتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ کو ﴿مَثَابَةً لِّلنَّاسِ﴾ بھی قرار دیا ہے اس سے مساجد کی **چوتھی غرض** یہ معلوم ہوتی ہے کہ دنیا کے لوگ چاروں طرف سے یہاں آئیں اور یہاں آکر دینی تربیت اور اعلیٰ اخلاق حاصل کریں۔

مَثَابَةً کے معنی منڈیر کے بھی ہوتے ہیں اس لحاظ سے مسجد کی **پانچویں غرض** یہ ہے کہ وہ ہر قسم کی برائیوں اور شر سے لوگوں کو محفوظ رکھے۔

مساجد کی **چھٹی غرض** اس آیت سے یہ معلوم ہوتی ہے کہ وہ امن کے قیام کا ذریعہ ہیں۔

مساجد کی **ساتویں غرض** یہ ہے کہ امامت کو ان کے ذریعے زندہ رکھا جاتا ہے کیونکہ اس آیت میں مقام ابراہیم کو جائے نماز بنانے کی نصیحت کی گئی ہے۔ پس مساجد لوگوں کو یہ مسئلہ یاد دلاتی رہتی ہیں کہ تمہارا ایک امام ہونا چاہئے اور اس امام کی اقتدا میں تمہیں ہر کام کرنا چاہئے۔

مساجد کا **آٹھواں مقصد** یہ ہے کہ وہ مسافروں کے فائدے کے لئے بنائی جاتی ہے۔ یعنی مسافر کچھ عرصہ ان میں قیام کر سکتا ہے۔

نواں مقصد مساجد کا اس آیت میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ وہ شہر میں بسنے والوں کے فائدہ کے لئے بنائی جاتی ہے۔ جہاں انسان ان میں تنہائی میں سکون کے ساتھ ذکر الٰہی کر سکتا ہے۔ وہاں مساجد میں اجتماعی عبادات بھی کی جاتی ہیں اور اس طرح مساجد اجتماعی حیثیت سے کام کرنے کی عادت ڈالتی ہیں۔

دسواں مقصد مساجد کا یہ بیان کیا گیا ہے کہ مساجد میں وہ لوگ رہتے ہیں جو خالص اللہ تعالیٰ کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دیتے ہیں۔

یہ مساجد کے وہ عظیم الشان فوائد ہیں جو خالصۃً بنی نوع انسان کی فلاح و بہبود اور معاشرے کی ترقی سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ نظام مسجد کے قیام کے نتیجہ میں مسلمانوں کو نہ صرف دینی فوائد حاصل ہوئے بلکہ انہوں نے اپنی عبادتگاہوں سے قومی، ملی، اور معاشرتی منافع بھی حاصل کئے اور یوں مسلمانوں کی عبادتگاہیں اور مساجد نہ صرف اُن کی تعلیم وتربیت کا ذریعہ بنیں بلکہ اسلام کی عظیم الشان ترقی کا موجب بھی ہوئیں۔

مکّی دور میں بیت اللہ یعنی مسجد حرام کی موجودگی میں اجتماعی طور پر کسی الگ مسجد کی ضرورت پیش نہیں آئی البتہ انفرادی طور پر بعض مساجد کا ذکر ملتا ہے جس کے لئے مسلمانوں نے اپنے گھروں میں جگہیں مخصوص کرلی تھیں جیسے حضرت ابوبکرؓ کی مسجد تھی جس میں آپ راتوں کو اٹھ کر نماز پڑھتے اور گریہ وزاری کرتے اور خوش الحانی سے قرآن کریم پڑھتے تھے، تو آپ کے گرد و نواح میں رہنے والے مشرک اور کافر آپ کو اس لئے روکتے تھے کہ آپ کی تلاوت اور گریہ سن کر ان کی عورتیں اور بچے جمع ہو جاتے ہیں اور ان پر اس کا اثر ہو جاتا ہے۔ گویا آغاز اسلام سے ہی مساجد تبلیغ کا بھی ایک ذریعہ سمجھی جاتی تھیں۔

مسجد قبا

ہجرت کے بعد نبی کریم ﷺ نے جب مدینہ کی نواحی بستی قبا میں چند روز قیام فرمایا تو وہاں اجتماعی عبادت کے لئے مسجد قبا کے نام سے عہد رسالت کی پہلی مسجد تیار کروائی جسکی بنیاد کی پہلی اینٹ خود آنحضرت ﷺ نے رکھی۔ دوسری اینٹ حضرت ابوبکرؓ اور تیسری اینٹ حضرت عمرؓ نے رکھی۔ صحابہ خود ہی اس پہلی مسجد کے معمار اور مزدور تھے۔ قرآن شریف میں اس مسجد کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ۔ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا۔ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ﴾۔

(سورة التوبہ آیت ۱۰۸)

ترجمہ: یقیناً وہ مسجد جس کی بنیاد پہلے دن ہی سے تقویٰ پر رکھی گئی ہو زیادہ حقدار ہے کہ تُو اس میں (نماز کے لئے) قیام کرے۔ اس میں ایسے مرد ہیں جو خواہش رکھتے ہیں کہ وہ پاک ہو جائیں اور اللہ پاک بننے والوں سے محبت کرتا ہے۔

آنحضرت ﷺ کو اسلام کی اس پہلی مسجد سے والہانہ محبت تھی۔ آپ ہر ہفتہ کے روز مدینہ سے تین میل کا فاصلہ طے کرکے مسجد قبا تشریف لاتے اور دو رکعت نماز ادا فرماتے۔ حضرت عمرؓ بعد میں ہفتہ میں دو دن اس مسجد میں حاضری دیتے تھے اور مسجد کی صفائی وغیرہ کے لحاظ سے جس خدمت کی ضرورت محسوس کرتے خود بجالاتے۔

مسجد نبوی

مدینہ تشریف آوری کے بعد جس کام کو سب سے پہلے آنحضور ﷺ نے اوّلیت و اہمیت دی وہ مسجد نبوی کی تعمیر تھی۔ جس جگہ آنحضرت ﷺ کی اونٹنی آکر بیٹھی تھی وہ جگہ مسجد کے لئے خریدی گئی اور اسے ہموار کرکے درخت وغیرہ کاٹ کر وہاں مسجد نبوی کی تعمیر شروع کی گئی۔ آنحضرت ﷺ نے خود دعا مانگتے ہوئے سنگ بنیاد رکھا۔ یہاں بھی صحابہ نے معماروں اور مزدوروں کا کام خود کیا جس میں آنحضرت ﷺ خود بھی شرکت فرماتے تھے اور بعض اوقات اینٹیں اٹھاتے ہوئے عبداللہؓ ابن رواحہ کا یہ شعر پڑھتے تھے:

اَللّٰهُمَّ اِنَّ الْاَجْرَ اَجْرُ الْاٰخِرَه
فَارْحَمِ الْاَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَه

اے اللہ اصل اجر تو صرف آخرت کا اجر ہے۔ پس تو اپنے فضل سے انصار اور مہاجرین پر اپنا رحم فرما۔

جب صحابہ اشعار پڑھتے تو آنحضرت ﷺ بھی ان کی آواز کے ساتھ آواز ملا دیتے تھے۔ اس طرح ایک لمبے عرصہ کی محنت کے بعد یہ مسجد مکمل ہوئی۔ اس مسجد کی عمارت پتھروں کی سلوں اور اینٹوں کی تھی جو لکڑی کے کھمبوں کے درمیان چُن دی گئی تھیں اور چھت پر کھجور کے تنے اور شاخیں ڈالی گئی تھیں۔ مسجد کے ایک گوشے میں ایک چبوترہ بنایا گیا تھا جسے صفّہ کہتے تھے۔ یہ ان غریب مہاجرین کے لئے تھا جو بے گھر بار تھے۔ یہ لوگ یہیں رہتے تھے اور اصحابِ صفّہ کہلاتے تھے۔ ان کا کام گویا دن رات آنحضور ﷺ کی صحبت میں رہنا، عبادت کرنا اور قرآن کی تلاوت کرنا تھا۔ ان لوگوں کا کوئی مستقل ذریعہ معاش نہ تھا۔ آنحضرت ﷺ خود ان کی خبر گیری فرماتے تھے اور اپنے تحائف میں سے ان کا حصہ ضرور نکالتے تھے۔ بلکہ بعض اوقات خود فاقے کرکے ان کو سیر کرنے میں دلی راحت محسوس کرتے تھے۔

یہی چبوترہ اسلام کا پہلا مکتب اور مدرسہ تھا۔ یہاں رہنے والے اصحاب کی تعداد سترّ سے سو کے لگ بھگ ہو جایا کرتی تھی۔ یہ لوگ اپنے اوقات قرآن شریف سیکھنے، یاد کرنے، احادیث رسولؐ سننے سنوانے کے علاوہ لکھنا پڑھنا سیکھنے میں مصروف رہتے تھے۔ ان کی تعلیم وتربیت کے لئے رسول اللہ ﷺ نے باقاعدہ بعض اساتذہ اور قرّاء مقرر فرمادئے تھے اور یوں مسجد جو ظاہری و باطنی طہارت و تزکیہ کا موجب ہوتی ہے اس کے ساتھ صفّہ کا یہ پہلا اسلامی مکتب اصحاب رسولؐ کے لئے تعلیم کتاب و حکمت کا ذریعہ بن گیا تھا۔

یہ تھی مسجد نبوی جو مدینہ میں تیار ہوئی۔ یہاں قومی کام بھی سرانجام پاتے تھے گویا ایوان حکومت کا کام بھی یہی مسجد دیتی تھی۔ آنحضرت ﷺ کی مجالس یہاں لگتی تھیں۔ یہیں تمام قسم کے مشورے ہوتے تھے۔ مقدمات کے فیصلے اور احکام بھی یہیں سے صادر ہوتے تھے۔ یہ قومی مہمان خانہ بھی تھا اور حسب ضرورت جنگی قیدیوں کی حبس گاہ کے لئے بھی اسے استعمال کیا جاتا تھا۔ سر ولیم میور اس مسجد کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

”گو یہ مسجد تعمیر کے لحاظ سے نہایت سادہ اور معمولی تھی لیکن محمد (ﷺ) کی یہ مسجد اسلامی تاریخ میں ایک خاص شان رکھتی ہے۔ رسول خدا اور ان کے اصحاب اسی مسجد میں اپنے وقت کا بیشتر حصہ گزارتے تھے۔ یہیں اسلامی نماز کا باقاعدہ باجماعت صورت میں آغاز ہوا۔ یہیں

تمام مسلمان جمعہ کے دن خدا کی تازہ وحی کو سننے کے لئے مؤدبانہ اور مرعوب حالت میں جمع ہوتے تھے۔ یہیں محمد (ﷺ) اپنی فتوحات کی تجاویز پختہ کیا کرتے تھے۔ یہی وہ ایوان تھا جہاں مفتوح اور تائب قبائل کے وفود ان کے سامنے پیش ہوتے تھے۔ یہی وہ دربار تھا جہاں سے وہ شاہی احکام جاری کئے جاتے تھے جو عرب کے دور دراز کونوں تک باغیوں کو خوف سے لرزا دیتے تھے اور بالآخر اسی مسجد کے پاس اپنی بیوی عائشہؓ کے حجرے میں محمد (ﷺ) نے اپنی جان دی اور اسی جگہ اپنے دو خلیفوں کے پہلو بہ پہلو وہ مدفون ہیں''۔(لائف آف محمدؐ مصنفہ سر ولیم میور)

مسجد نبوی نے آئندہ زمانہ میں اسلامی ترقی میں جو کردار ادا کیا اس کا اندازہ ایک فرانسیسی مؤرخ کے اس تصوراتی واقعہ سے خوب ہوتا ہے جو لکھتا ہے کہ:

''مجھے اس بات میں بڑا مزا آرہا ہے کہ سر اور پاؤں سے ننگے، پیٹ سے خالی۔ اکثر ان پڑھ ایک کچی مسجد کے اندر بیٹھے ہوئے۔ جس کی چھت کھجور کی ٹہنیوں سے بنی ہوئی ہے کیا باتیں کر رہے ہیں۔ کہتے ہیں کہ قیصر کے مقابلے کے لئے کسے بھیجا جائے؟ کسریٰ کو کس طرح تباہ کیا جائے۔ مَیں تو حیران ہوں کہ یہ لوگ بیٹھے ہوئے کہاں اور کس حالت میں ہیں لیکن باتیں کیا کرتے ہیں اور جب یہ باتیں کرکے اٹھتے ہیں تو سب کو بھگا دیتے ہیں''۔

حق یہی ہے کہ اسلامی فتوحات کی تمام بنیادیں دراصل مسجد نبوی میں ہی رکھی گئی تھیں۔ خواہ وہ اخلاقی فتوحات ہوں یا قیصر و کسریٰ کی عالمی فتوحات۔

مدنی دور کی ابتدا میں ہی مسجد قبا اور مسجد نبوی کی تعمیر کی طرف توجہ اور اہتمام اس بات کی طرف اشارہ ہیں کہ مسلمانوں کو جب بھی توفیق اور طاقت ہو وہ سب سے پہلے بلکہ اپنے گھر سے بھی پہلے اجتماعی عبادتگاہ کا انتظام کریں اور مسجد تعمیر کریں۔ اور اسے اپنے اجتماعی نظام کی روح اور دینی مرکزیت کی جان سمجھیں۔ مزید برآں ان ابتدائی مساجد کی سادگی بھی ہمارے لئے ایک نمونہ ہے جسے اختیار کرکے بکثرت ایسے مقدس گھر تعمیر کئے جاسکتے ہیں۔

تعمیر مساجد کی فضیلت

آنحضرت ﷺ نے جہاں ان ابتدائی مساجد یعنی مسجد حرام (خانہ کعبہ) اور مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ کی فضیلت و شرف کا ذکر فرمایا ہے وہاں ان کے تابع اور مساجد کی تعمیر کی طرف بھی توجہ دلائی اور فرمایا:-''جو شخص اللہ کی رضا کی خاطر مسجد تعمیر کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی خاطر جنت میں گھر بناتا ہے''۔

اسی طرح حضور ﷺ نے انفرادی نماز کے مقابل پر مسجد میں باجماعت نماز کا کئی گنا زیادہ ثواب اور اجر بیان فرمایا۔

تعمیر مساجد کے لئے رسول اللہ ﷺ کے ذاتی نمونے کے علاوہ اس تحریک و تحریض کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانوں میں آغاز اسلام سے ہی اپنے محلّہ اور قبیلہ کی سطح پر تعمیر مسجد کو ایک بنیادی اہمیت حاصل رہی۔ چنانچہ مدینہ کے گردونواح میں تھوڑے ہی عرصہ میں بنو قریظہ، بنو حارثہ، بنو ظفر، بنو وائل، بنو حرام، بنو زُرَیق اور بنو سلمہ کے محلوں میں مساجد تیار ہو گئیں۔

نبی کریم ﷺ وحدت اور اجتماعیت کے پیش نظر قیام مسجد کو اتنی اہمیت دیتے تھے کہ مختلف جنگوں کے موقعوں پر حضور ﷺ نے مساجد کے لئے جگہیں مختص کیں۔ چنانچہ غزوہ خندق میں محصور ہونے کے زمانہ میں آپ نے جس جس جگہ نماز پڑھی وہاں پانچ مساجد تعمیر ہو چکی ہیں۔

اسی طرح ۷ ہجری میں غزوہ خیبر کے موقع پر جب آپ کو کچھ عرصہ کے لئے یہود کا محاصرہ کرنا پڑا تو وہاں بھی آپ نے چھوٹی سی مسجد تعمیر کی تھی اور فتح خیبر کی رات آپ نے اس میں خاص دعاؤں کی توفیق پائی۔

دراصل مسجد کا دعا کے ساتھ بھی گہرا تعلق ہے اور آنحضرت ﷺ کی تمام تر فتوحات دعاؤں کے نتیجہ میں ہی تھیں۔ غزوہ بدر میں آپ اپنے خیمہ میں خدا تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز ہو کر بڑے درد اور الحاح کے ساتھ یہ دعا کر رہے تھے کہ اے اللہ! اگر تُو نے اس مٹھی بھر جماعت کو ہلاک کر دیا تو پھر روئے زمین پر تیری عبادت کون کرے گا۔ یہ دعائیں کرتے ہوئے آپ کے بدن پر لرزہ طاری تھا اور آپ کے کندھے سے آپ کی چادر گر گر جاتی تھی۔ حضرت ابو بکرؓ سے یہ حالت دیکھی نہ گئی اور انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ (ﷺ) اب بس کیجئے۔ گویا آپ نے تو دعا کی حد کر دی۔ مگر یہ وہ دعا ہی تو تھی جس نے بدر کے میدان میں آنحضرت ﷺ کی کنکریوں کی مٹھی میں ایک ہولناک تیز آندھی کی قوت بھر دی تھی جسے خدا تعالیٰ کی تائید و نصرت حاصل تھی۔ پس بدر کی فتح دراصل دعاؤں کی فتح تھی، عبادت گزاروں کی فتح تھی، جان نثاروں کی فتح تھی۔ پس میدان جنگ میں مسلمانوں کی وحدت کے یہ نظارے بسا اوقات دشمن کی شکست کا زبردست ذریعہ بن جاتے تھے۔ فتح مکہ کے موقع پر ابو سفیان نے دیکھا جبکہ فجر کی نماز کا وقت تھا کہ ہزاروں مسلمان محمد رسول اللہ ﷺ کی اقتدا میں کبھی کھڑے ہو جاتے ہیں کبھی رکوع میں چلے جاتے ہیں، کبھی سجدہ میں گر جاتے ہیں اور کبھی تشہد میں بیٹھ جاتے ہیں تو اس نے اپنی بیوقوفی سے سمجھا کہ شاید یہ میرے لئے کوئی نئی قسم کا عذاب تجویز ہو رہا ہے اور میرے قتل کی تدبیریں ہو رہی ہیں۔ چنانچہ اس نے حضرت عباسؓ سے پوچھا کہ عباس! یہ لوگ صبح صبح کیا کر رہے ہیں۔ میں دیکھتا ہوں کہ محمد (رسول اللہ) کھڑے ہوئے تو دس ہزار آدمی ان کی اقتداء میں کھڑے ہو گئے۔ وہ رکوع میں گئے تو دس ہزار آدمی رکوع میں چلے گئے، وہ سجدہ میں گرے تو دس ہزار آدمی سجدہ میں گر گئے۔ وہ تشہد میں بیٹھے تو دس ہزار آدمی تشہد میں بیٹھ گئے۔ حضرت عباسؓ نے کہا کہ یہ لوگ نماز پڑھ رہے ہیں۔ وہ حیران ہو کر کہنے لگا میں نے قیصر کا دربار بھی دیکھا ہے اور کسریٰ کا بھی مگر میں نے تو ان بڑے بڑے بادشاہوں کی بھی اس طرح اطاعت نہیں دیکھی جس طرح یہ لوگ حضرت محمد (رسول اللہ ﷺ) کی اطاعت کر رہے ہیں۔ حضرت عباسؓ نے کہا: ابو سفیان تم تو یہ کہتے ہو۔ ان لوگوں کی تو یہ کیفیت ہے کہ اگر محمد رسول اللہ ﷺ انہیں کہیں کہ کھانا پینا چھوڑ دو تو یہ کھانا پینا بھی چھوڑ دیں۔

تمام زمین مسجد

آنحضرت ﷺ نے اپنی ایک خصوصیت یہ بیان فرمائی کہ میرے لئے تمام روئے زمین سجدہ گاہ اور پاکیزہ قرار دی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے وجود کے صدقے امت کو بڑی کثرت سے مسجدیں عطا کیں چنانچہ سفر و حضر میں جس جس مقام پر آپ نے نماز ادا کی اور آپ کے عشاق اور غلاموں کو اس کا علم ہوا تو انہوں نے ہر اس جگہ پر مسجد کھڑی کر دی۔

بدر کے راستے پر جہاں آنحضرت ﷺ نے نماز پڑھی تھی وہاں حضرت ابو بکرؓ نے مسجد تعمیر کروا دی۔ اسی طرح غزوہ بنو نضیر ۴ ہجری میں جہاں آپ نے نماز ادا فرمائی وہاں ''الفضیق'' کی مسجد تعمیر ہے۔ ۸ ہجری میں محاصرہ طائف کے دوران آنحضرت ﷺ نے جس ٹیلے پر نماز پڑھی تھی وہاں بھی آج ایک مسجد تعمیر ہے۔ اسی طرح مدینہ کے ارد گرد جہاں جہاں حضور نے نمازیں پڑھیں وہاں مسجدیں ہی مسجدیں تعمیر ہو گئیں۔ اسی طرح حجۃ الوداع میں مکہ اور مدینہ کے درمیانی راستوں میں جہاں جہاں آپ نے نماز پڑھی وہاں پر مساجد تعمیر ہو چکی ہیں۔ ۹ر ہجری میں سفر تبوک میں جن راستوں پر آپ گزرے اور نمازیں پڑھیں وہاں پر انیس مساجد تعمیر شدہ ہیں۔

اسلامی ریاست کی وسعت کے ساتھ ساتھ مساجد کی یہ صورت ابھر کے سامنے آئی کہ ہر شہر کی ایک جامع مسجد جبکہ قبائل اور محلوں کی الگ الگ مساجد ہوا کرتی تھیں۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے والیٔ بصرہ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو لکھا کہ وہ ایک جامع مسجد تعمیر کرائیں اور قبائل کے لئے بے شک الگ مساجد ہوں۔ جمعہ کے روز تمام لوگ جامع مسجد آیا کریں۔ اسی طرح کوفہ میں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ اور مصر میں حضرت عمرو بن العاصؓ کو بھی یہی ہدایت فرمائی۔

اسلامی فتوحات کے زمانہ میں جو نئے شہر فتح ہوئے یا جن کے ساتھ صلح کے معاہدے ہوئے ان کے عہدناموں میں مساجد کے لئے الگ زمین باقاعدہ طور پر حاصل کی جاتی تھی۔

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے ۱۶ر ہجری میں مدائن فتح کیا تو ایوان کسریٰ میں فتح کی خوشی میں نماز پڑھانے کے بعد اسے مسجد میں تبدیل کر دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ۱۷ر ہجری میں بیت المقدس کی فتح کے بعد ہیکل سلیمانی کی جگہ پر ایک مسجد تعمیر کروائی جو مسجد عمرؓ کے نام سے مشہور ہے۔ دراصل فتح کے موقع پر حضرت عمرؓ کو مفتوح قوم نے بیت المقدس میں نماز پڑھنے کی پیشکش کی تھی۔ حضرت عمرؓ نے اس خیال سے کہ ان کے یہاں نماز پڑھنے سے مسلمان اس کو مسجد بنا لیں گے اور یوں مفتوح قوم کا ایک حق مجروح ہو گا آپ نے الگ ایک قبہ یا صخرہ پر نماز پڑھی اور وہیں بعد میں یہ مسجد تعمیر ہوئی۔

آغاز اسلام میں تو مساجد بہت سادہ ہوا کرتی تھیں لیکن رفتہ رفتہ فتوحات اور مالی وسعت کے ساتھ ساتھ بڑی عالیشان مساجد بھی تعمیر کی گئیں اور یوں اسلامی فن تعمیر میں بھی حیرت انگیز ترقی ہوئی۔ مسجد نبوی کی تعمیر و ترقی کے علاوہ دمشق کی جامع مسجد اموی، ہسپانیہ میں مسجد قرطبہ، ہندوستان میں دلّی کی موتی مسجد اور شاہی مسجد اور پاکستان میں لاہور کی شاہی مسجد اس فن تعمیر کے عمدہ شاہکار ہیں۔

خلفائے راشدین کے بعد کے زمانہ میں بھی مسلمان حکمرانوں نے مسجد کی حیثیت بطور ایک سرکاری ادارہ کے قائم رکھی۔ چنانچہ مسجد مسلمانوں کی چھاؤنی کے وسط میں تعمیر کی جاتی تھی اور حاکم وقت کی رہائش گاہ کے بالکل قریب ہوتی تھی۔ چنانچہ دوسری صدی ہجری میں قاہرہ میں سب سے بڑی مسجد العسا کر تعمیر ہو رہی تھی تو اس کے پہلو میں دارالامراء بھی تعمیر ہوا جس میں آنے جانے کے لئے راستہ رکھا گیا تھا۔ خلیفہ سلیمان بن عبدالمالک نے بھی رملہ میں اپنا محل مسجد کے سامنے تعمیر کروایا تھا۔ سلطان صلاح الدین نے اپنے لئے ایک منظرہ مسجد عمرو بن العاص کے بڑے مینار کے نیچے بنوایا تھا جس سے وہ مسجد کا نظارہ کر سکے۔

مسجد کے ساتھ منبر و محراب بھی لازم و ملزوم ہیں۔ اسلام کے ابتدائی زمانہ سے ہی اسلامی منبر وعظ و نصیحت، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اور معاشرہ میں اعلیٰ قدروں کے لئے مختص تھا۔ اس لحاظ سے، منبر رسولؐ کے بعد اس کی پیروی کرنے والے متقی علماء و خطباء نے بھی مسلمانوں کی علمی اور اخلاقی ترقی میں ایک عظیم الشان کردار ہر زمانہ میں ادا کیا ہے۔

جنگوں وغیرہ کی ہنگامی صورتحال میں جہاد اور لشکر کی تیاری کی ہدایت بھی اسی منبر کے ذریعے پہنچائی جاتی تھیں۔ بعد کے مسلمان حکمرانوں نے بھی یہ طریق جاری رکھا بلکہ ان کی مجالس شوریٰ وغیرہ بھی مسجد میں منعقد ہوتی تھیں۔ مساجد میں خطبہ اور نماز کے دوران مسلمانوں کی فتح کے لئے دعا مانگنے کا دستور بھی آغاز سے ہی جاری ہے۔

(باقی آئندہ شمارہ میں)

خطبہ جمعہ

آنحضرت ﷺ کی رحمت کے سائے سب دنیا پر چھائے ہوئے ہیں۔اس دنیا میں بھی آپ کی شفاعت کے نتیجہ میں بہت سے گنہگار بخشے جائیں گے۔پس آنحضرت ﷺ پر دن رات درود بھیجیں۔ یہ بھی دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ بنی نوع انسان میں سب کو آنحضرت ﷺ کی شفاعت کے نتیجہ میں شفا کے معجزے دکھائے۔

(اللہ تعالیٰ کی صفت رؤوف کے تعلق میں رحمت و شفقت کے مختلف پہلوؤں کا تذکرہ)

خطبہ جمعہ سیدنا امیرالمومنین حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز۔فرمودہ ۲۰؍دسمبر ۲۰۰۲ء مطابق ۲۰؍فتح ۱۳۸۱ ہجری شمسی بمقام مسجد فضل لندن (برطانیہ)

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمداً عبده و رسوله۔
أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم۔ بسم الله الرحمٰن الرحيم ۔
الحمدلله رب العلمين ۔ الرحمٰن الرحيم ۔ ملک يوم الدين ۔ إياک نعبد و إياک نستعين ۔
اهدنا الصراط المستقيم ۔ صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين۔

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ. وَاللّٰهُ رَءُ وْفٌ بِالْعِبَادِ﴾(البقرہ:۲۰۸)

اور لوگوں میں سے ایسا بھی ہے جو اپنی جان اللہ کی رضا کے حصول کے لئے بیچ ڈالتا ہے اور اللہ بندوں کے حق میں بہت مہربانی کرنے والا ہے۔

بخاری شریف میں حضرت عبد اللہ بن ابو قتادہ اپنے والد ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہوں تو میرا دل چاہتا ہے کہ میں نماز لمبی پڑھاؤں اور جب میں کسی بچے کے رونے کی آواز سنتا ہوں تو اس سے میرا دل پسیج جاتا ہے اور میں خیال کرتا ہوں کہ بچے کی ماں کو تکلیف نہ ہو اس لئے میں نماز چھوٹی کرا دیتا ہوں۔(بخاری کتاب الجماعة والامامة. باب من اخف الصلوة عند بكاء الصبىّ)

حضرت علامہ فخر الدین رازی سورۃ بقرہ کی آیت ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ......الخ﴾ کی تفسیر میں رءوف بالعباد کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ رءوف بالعباد ہے یہ اللہ تعالیٰ کی رأفت کا نتیجہ ہے کہ اس نے دائمی نعمتیں ایسے اعمال کے بدلہ میں جزا کے طور پر عطا کرنے کا وعدہ کیا ہے جو تھوڑے ہیں اور منقطع ہونے والے ہیں۔اور اس کی رأفت میں سے یہ بھی ہے کہ وہ کسی جان پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا۔اور اس کی رأفت میں اور رحمت میں سے یہ بھی ہے کہ ایک سو سال کفر پر مصرّ رہنے والا شخص اگر ایک لحظ کے لئے بھی توبہ کر لے تو اس سے تمام عذاب ساقط ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ اسے دائمی اجر عطا کرتا ہے۔اس کی رأفت میں سے یہ بھی ہے کہ جان اور مال اللہ تعالیٰ ہی کے ہیں اسی کے دیئے ہوئے ہیں۔ کہتے ہیں

جان دی، دی ہوئی اُسی کی تھی   حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

اور اللہ تعالیٰ اس کے باوجود اس سے رحمت کا سلوک فرماتا ہے۔

علامہ ابوالحیان الاندلسی لکھتے ہیں رأفت رحمت کے نسبت اَبْلَغ ہے، زیادہ بلیغ ہے۔ مگر اس سے مجھے اتفاق نہیں ہے۔رحمت جو ہے وہ زیادہ بلیغ ہے رأفت کے مقابل پر رأفت تو صرف مومنین کے لئے ہے۔لیکن رحمت کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے رَحْمَةٌ للعالمين۔ تمام جہانوں کے لئے رحمت ہے۔چنانچہ جس حد تک مجھے زبانی مثالیں یاد رہتی ہیں میں آپ کے سامنے پیش کروں گا اس سے آپ کو حیرت ہوگی کہ آنحضرت ﷺ کس حد تک رحمت تھے بڑوں کے لئے، چھوٹوں کے لئے، بچوں کے لئے جانوروں کے لئے، ہر چیز کے لئے آپ رحمت تھے۔تو علامہ ابوالحیان کے اس بیان سے مجھے اتفاق نہیں ہے کہ وہ (رأفت) زیادہ اَبْلَغ ہے۔

ابوجہل کے بیٹے مشرکوں کے سردار عکرمہ ساری عمر آنحضرت ﷺ کی مخالفت کرتے رہے۔یہانتک کہ وہ بھاگ گئے مکہ چھوڑ کے اور ان کے متعلق آتا ہے کہ وہ ابوجہل کے بیٹے ہونے کی وجہ سے شدید نفرت کرتے تھے رسول اللہ ﷺ سے۔آپ کی بیوی میں کچھ نیکی تھی اس نے آنحضرت ﷺ سے سفارش کی کہ عکرمہ کو معاف کر دیں۔آپؐ نے عکرمہ کو معاف کر دیا۔چنانچہ آدمی بھجوا پیچھے اور عکرمہ کو بلایا گیا۔اس کو یقین نہیں آتا تھا کہ میں ابوجہل کا بیٹا اور مجھے بھی رسول اللہ ﷺ معاف فرما سکتے ہیں۔اور آپ نے نہ صرف یہ کہ اس کو معاف فرمادیا بلکہ بڑے پیار سے آگے بلا کے بٹھایا۔اور یہ عکرمہ وہی ہیں جو آگے جا کے ایک جنگ میں، جنگ موتہ ہے یا جو بھی، اس میں، شہید ہوئے تھے اور بڑا درجہ پایا۔آپؐ نے اس کو امان نامہ بھی لکھ دیا تھا کہ جو جائے اس کو ڈھونڈ ھنے کے لئے وہ اس کو امان نامہ دکھا دیں کہ عکرمہ کو رسول اللہ نے امان دی ہے۔اس لئے کوئی اس پر ہاتھ نہ ڈالے۔مزید بر آں آنحضرت ﷺ یہ پسند نہیں فرماتے تھے کہ عکرمہ کو اس کے باپ کا حوالہ دے کر دکھ دیا جائے۔تو کبھی فرمایا کرتے تھے کہ عکرمہ کو عکرمہ بن ابوجہل نہ کہا کرو۔ کیونکہ ابوجہل جو ہے وہ بہت ظالم تھا تو عکرمہ اس کی بجائے اب ایمان لے آیا ہے اس لئے اس کو یہ خیال نہ آئے کہ میں ایک ظالم باپ کا بیٹا ہوں۔

اس کے علاوہ آنحضرت ﷺ کی رحمت کے متعلق جو باتیں مجھے یاد ہیں میں نے کہا تھا نا کہ وہ مجھے اتفاق نہیں ہے کہ رحمت عام نہیں ہے اور رأفت عام ہے ۔ رحمةٌ للعالمین ہیں۔آنحضرت ﷺ تو سب جہانوں کے لئے رحمت تھے۔بڑوں کے لئے، چھوٹوں کے لئے، جانوروں کے لئے، نباتات کے لئے کوئی پہلو آپ کی رأفت کا ایسا نہیں ہے نہ رحمت کا جو آپ نے اختیار نہ کیا ہو۔اسی لئے حالی کہتا ہے:

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا
مرادیں غریبوں کی بَر لانے والا
یتیموں کا والی غلاموں کا مولیٰ
نکل کر حرا سے سُوئے قوم آیا
اور اک نسخۂ کیمیا ساتھ لایا

وہ نسخۂ کیمیا قرآن کریم تھا اور ایسا عظیم الشان نسخہ تھا کہ اس میں ظاہری بدنی شفا بھی تھی اور روحانی شفا تو تھی ہی۔تھا ہی مجسم روحانی شفا۔اس میں ایسی سورتیں بھی ہیں جن کا نام ہی شفا ہے۔مثلاً سورۂ فاتحہ۔سورۃ فاتحہ کا ایک نام شفا بھی ہے۔چنانچہ ایک دفعہ کچھ صحابہ سفر کے لئے گئے تو ایک بدّوؤں کا سردار تھا جو ان کی دشمن قوم تھی۔اس کو شدید سر درد ہو رہی تھی۔ کسی دوا سے آرام نہیں آرہا تھا۔ان لوگوں نے ان کو پکڑا کہ آؤ تم تمہارے پاس کوئی شائد نسخہ ہو تو استعمال کر کے دیکھو۔تو انہوں نے کیا کیا کہ سورۃ فاتحہ کا دم پڑھ کے اس کو دیا۔وہ ٹھیک ہو گیا۔اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اس نے بہت سا گوشت اور چیزیں آنحضرت ﷺ کے صحابہ کے ساتھ کر دیں۔صحابہ میں آپس میں اختلاف ہو گیا بعض کہہ رہے تھے کہ یہ تو قرآن کو ادنیٰ قیمت پر بیچنے والی بات ہے اس لئے میں تو نہیں کھاؤں گا۔دوسرے صحابہ نے کہا ہم نے تو قرآن نہیں بیچا قرآن سے استفادہ کیا ہے۔ بہر حال وہ واپس مدینہ پہنچے تو آنحضرت ﷺ سے عرض کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ تم یہ بتاؤ کہ تمہیں کیسے پتہ چلا کہ اس میں شفا ہے۔صحابہ نے عرض کیا کہ ہمیں تو پتہ نہیں تھا۔آپ نے فرمایا اس میں شفا ہے اللہ تعالیٰ نے رکھی ہے۔اس لئے جو کچھ گوشت اس نے

دیا ہے مجھے بھی دو میں بھی کھاؤں گا۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے اس گوشت میں سے کچھ کھایا بھی۔

آنحضرت ﷺ بچوں کے لئے بھی رحمت تھے جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے۔ نباتات کے لئے بھی رحمت تھے۔ آپ کے منبر کے ساتھ ایک ٹنڈا سا درخت ہوا کرتا تھا جس پر آپؐ ہاتھ رکھ لیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ آپؐ نے محسوس فرمایا کہ اس میں سے رونے کی آواز آرہی ہے۔ آنحضور ﷺ کو بہت اس پہ رحم آیا اور اس پر ہاتھ رکھ لیا اور اس کے رونے کی آواز بند ہو گئی۔ تو وہ نیم مردہ درخت تھا اس کے باوجود آنحضرت ﷺ کو اس نباتات پر بھی رحم آیا۔ ایک دفعہ ایک اونٹ کے متعلق آپؐ نے دیکھا کہ وہ بلبلا رہا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ اس کا مالک اس سے ظلم کررہا ہے۔ آنحضرت ﷺ کو بہت تکلیف ہوئی آپؐ نے مالک کو پیسے دیئے اور اونٹ کو آزاد کرالیا اور فرمایا اس کو چھوڑ دو اب یہ جو چاہے کرتا پھرے۔

آنحضرت ﷺ کو بچوں کے رونے کی آواز کے متعلق تو میں نے بتایا ہے کہ نماز چھوٹی کردیا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ حضور اکرم ﷺ کا یہ دستور تھا کہ بچے جو گم گئے تھے ان کے اوپر آپؐ کو اتنا رحم آتا تھا کہ عورت کو آپؐ نے دیکھا کہ وہ مختلف بچوں کو اٹھائے پھرتی ہے اور پیار کرکے چھوڑ دیتی ہے اس کا اپنا بچہ گم گیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا تم خیال کرتے ہو کہ یہ ماں اپنے بچے کو جہنم میں ڈال دے گی۔ اللہ اپنے بندوں سے اس ماں سے بھی زیادہ پیار کرتا ہے۔ اور آنحضرت ﷺ کا ایک فارسی الہام بھی ہے کہ ''ایں مشت خاک را گر نہ بخشم چہ کنم'' کہ اس مٹی کی مٹھی کو میں بخش نہ دوں تو کیا کروں۔ تو آنحضرت ﷺ میں رأفت اور شفقت بہت ہی زیادہ تھی، ہر پہلو سے۔ اب میں نے آج نوٹ نہیں رکھے ہوئے اس لئے زبانی طور پر سوچ کے بتا رہا ہوں جو کچھ مجھے یاد پڑتا ہے۔

اونٹوں کا ذکر کردیا ہے میں نے، بچوں کا ذکر کردیا ہے۔ بڑوں کے لئے بھی رحمت تھے آپؐ فرمایا کرتے تھے کہ جو ہمارے بڑوں کا ادب نہیں کرتا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ تو چھوٹے ہوں یا بڑے ہوں آپؐ کی رحمت سب پر عام تھی، کوئی بھی آپؐ کی رحمت کا پہلو ایسا نہیں ہے جو سب پر چھایا ہوا نہ ہو۔ اس جہان میں بھی اور اس جہان میں بھی۔ کسی اور نبی کے متعلق آپ یہ لقب نہیں پڑھیں گے کہ وہ **رحمۃٌ للعالمین** ہے۔ صرف اور صرف آنحضرت ﷺ کا لقب **رحمۃٌ للعالمین** تھا اور اس پہلو سے آپ کی رحمت کے سائے اس دنیا پر بھی چھائے ہوئے تھے اور اس دنیا پر بھی چھائے ہوئے تھے۔ اُس دنیا میں بھی آپؐ کی شفاعت قبول ہو گی اور اس شفاعت کے نتیجہ میں بہت سے گنہگار بخشے جائیں گے۔ تو صاف پتہ چلتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی رحمت کے سائے اُس جہان میں بھی ہوں گے۔ آپؐ نے ایک دفعہ بعض صحابہ کو دیکھا کہ ان کو جہنم کی طرف لے جایا جارہا ہے۔ خدا تعالیٰ کے حضور عرض کیا کہ اُصَیْحَابِیْ اُصَیْحَابِیْ یہ تو میرے صحابہ ہیں ان کو جہنم کی طرف لے جایا جارہا ہے۔ تو فرمایا کہ اس وقت اللہ تعالیٰ نے ان کو جواب دیا کہ جب تک تم ان میں تھے جو وہ کام کیا کرتے تھے تم ان کے نگران تھے لیکن جب تم ان میں نہیں رہے تو پھر انہوں نے کیا، کچھ کیا تمہیں اس کا علم نہیں۔ پس آنحضرت ﷺ پر دن رات درود بھیجیں، آپؐ رحمت تھے دین کے لئے، دنیا کے لئے، سب قوموں کے لئے۔ مکمل شفا تھے اور یہ بھی دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ بنی نوع انسان میں سب کو آنحضرت ﷺ کی شفا کے معجزے دکھائے۔ بیماروں کو اور وہ جو بیماری کے سر پر کھڑے ہیں۔ مجھے جو خطوط ملتے ہیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ بہت سے ایسے بیچارے مریض ہیں جن کو Terminal Patient کہا جاتا ہے یعنی آخری دم تک پہنچے ہوئے ہیں لیکن شفاعت کے نتیجے میں Terminal Patient بھی خدا تعالیٰ کے فضل سے ٹھیک ہو جاتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی ایسی شفاعت کا موقع ملا اور ایسے Patients جو Terminal ہو چکے تھے ان کے متعلق بھی ڈاکٹروں نے کہا تھا کہ اب یہ نجات نہیں پاسکتے یعنی اس مرض سے نجات نہیں پائیں گے۔ لیکن شفاعت کا جب موقع ملا تو وہ شفا پاگئے۔ تو آنحضرت ﷺ تو آپ کے آقا تھے۔ آپؐ ہی کی شفا دراصل ساری شفاعتوں پر پھیلی ہوئی ہے۔ قیامت کے روز تک رسول اللہ ﷺ کی شفاعت ہی کام کرے گی۔ اس لئے دعا کرنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ آنحضرت ﷺ کی شفاعت کا ہمیں بھی وارث بنائے اور ہم سب بھی حضور اکرم ﷺ کی شفاعت کے مستحق ٹھہریں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق فرمائے۔

اب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعض واقعات آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ آپ کو بھی خدا تعالیٰ کے فضل سے حضرت رسول اللہ ﷺ کی غلامی کی برکت سے بہت ہی توفیق ملی شفقت اور رحمت کی۔ رأفت تو مومنین کے لئے صرف لیکن آپ غیر مومنوں کے لئے بھی رحمت تھے۔ چنانچہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے متعلق آتا ہے کہ وہ بعض احمدیوں کو اپنا رسالہ بھیجا کرتا تھا اور شدید مکفّر مکذّب تھا اور ان کو بل بھی بھیج دیتا تھا۔ حالانکہ انہوں نے لگوایا بھی نہیں ہوا تھا۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس اس نے شکایت کی کہ میرے پیسے نہیں دیتے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان کو لکھا کہ اس کے پیسے دو اور احسان کے طور پر کچھ زائد دے دو۔ تو جو آپ کا دشمن تھا اس کے لئے بھی آپ رحمت بنے۔

حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ اپنی تصنیف سیرت مسیح موعودؑ میں لکھتے ہیں:۔ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ''آئینہ کمالات اسلام'' کا عربی حصہ لکھ رہے تھے۔ مولوی نورالدین صاحب کو ایک بڑا دو ورقہ اس تصنیف کا آپ نے بھجوایا کہ اس کا مولوی صاحب سے کہہ کے فارسی میں ترجمہ کروادیں۔ حضرت مولوی نورالدین صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ مسودہ کہیں گم ہو گیا اور جب مولوی صاحب کو پتہ چلا کہ وہ مسودہ نہیں ہے تو بہت پریشان ہوئے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ بھی بہت بے چین ہوئے کہ اب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو کیا جواب دوں گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو معلوم ہوا تو آپ گئے اور فرمایا کہ دیکھو گھبرانے کی بات نہیں۔ اللہ تعالیٰ اس سے بہتر مسودہ لکھنے کی توفیق عطا فرمادے گا۔ تو آپ اپنوں کے لئے رحمت تھے اور رأفت کا سلوک فرمایا کرتے تھے۔ ﴿**بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ**﴾ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مولوی صاحب سے معذرت کی۔ مجھے افسوس ہے کہ آپ کو اتنی تکلیف پہنچی ہے، میں پسند نہیں کرتا تھا کہ آپ کو کوئی تکلیف ہو۔

اب میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک اقتباس پڑھ کر سناتا ہوں۔ یعنی ''انسانوں میں سے وہ اعلیٰ درجہ کے انسان ہیں جو خدا کی رضا میں کھوئے جاتے ہیں۔ وہ اپنی جان بیچتے ہیں اور خدا کی مرضی مول لیتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن پر خدا کی رحمت ہے۔ ایسا ہی وہ شخص جو روحانی حالت کے مرتبہ تک پہنچ گیا ہے خدا کی راہ میں فدا ہو جاتا ہے۔ خدا تعالیٰ اس آیت میں فرماتا ہے کہ تمام دکھوں سے وہ شخص نجات پاتا ہے جو میری راہ میں اور میری رضا کی راہ میں جان کو بیچ دیتا ہے اور جانفشانی کے ساتھ اپنی اس حالت کا ثبوت دیتا ہے کہ وہ خدا کا ہے اور اپنے تمام وجود کو ایک ایسی چیز سمجھتا ہے جو طاعتِ خالق اور خدمتِ مخلوق کے لئے بنائی گئی ہے۔ اور پھر حقیقی نیکیاں جو ہر ایک قوت سے متعلق ہیں ایسے ذوق و شوق و حضورِ دل سے بجالاتا ہے کہ گویا وہ اپنی فرماں برداری کے آئینہ میں اپنے محبوب حقیقی کو دیکھ رہا ہے''۔ ہر قوت جو اس کی ہے دل کی قوت ہے، دماغ کی قوت ہے، جسم کی، ہاتھ پاؤں کی قوت ہے۔ اپنی تمام تر قوتیں خدا کی راہ میں ڈال دیتا ہے اس طرح جس طرح کسی بیل وغیرہ کو جوت دیا جاتا ہے۔ ''اور تمام لذّت اس کی فرماں برداری میں ٹھہر جاتی ہے''۔ اس کو جس طرح دوسری چیزوں کی لذت آتی ہے، اس کو خدا تعالیٰ کی فرمانبرداری میں یہ سب لذت ملتی ہے۔ ''اور تمام اعمال صالحہ نہ مشقت کی راہ سے بلکہ تلذّذ اور احتظاظ کی کشش سے صادر ہونے لگتے ہیں''۔ اعمال صالحہ میں کوئی محنت اور صرف نہیں ہوتی بلکہ نیک اعمال خود اپنی ذات میں لطف دیتے ہیں۔ ہماری لذّات ہمارے خدا میں ہیں ایک اور جگہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔ ''اور وہ بہشت جو آئندہ ملے گا وہ درحقیقت اسی کی اظلال و آثار ہے جس کو دوسرے عالم میں قدرتِ خداوندی جسمانی طور پر متمثل کرکے دکھلائے گی''۔ (اسلامی اصول کی فلاسفی۔ روحانی خزائن جلد ۱۰ صفحہ نمبر ۳۸۵) اس میں بہشت کے متعلق بھی یہ توہمات دور کردیئے گئے ہیں کہ وہ کیا چیز ہے؟ اس دنیا میں جو لذت خدا کے لئے آتی ہے وہی اگلی دنیا میں ان کے لئے بہشت بن جائے گی اور یہ کیا مضمون ہے، یہ بہت لطیف اور باریک مضمون ہے۔ لیکن حقیقت یہی ہے کہ ایسے ہی ہو گا۔ اس دنیا میں جس کو خدا کے ذکر سے لذت آتی ہے اُس کو اُس دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ کے ذکر سے لذّت آئے گی اور زیادہ قریب سے ہونے کی وجہ سے وہ لذّت اور بھی زیادہ بڑھ جائے گی۔ خدا تعالیٰ توفیق عطا فرمائے کہ ہم ان امور کے مطابق اعمال صالحہ کریں۔

داستان حیات

(عبدالکریم شرما۔ لندن)

(قسط نمبر ۴)

تسلسل کے لئے دیکھیں الفضل انٹرنیشنل ۴/ اکتوبر ۲۰۰۲ء شمارہ نمبر ۴۰

لاموں (Lamu) کا سفر

لاموں صومالیہ کے نیچے کینیا کے ساحل پر ایک جزیرہ ہے۔ ظہور اسلام کے بعد جو عرب یہاں آئے وہ اسلام کو بھی ساتھ لائے۔ قریباً پانچ سو سال تک یہاں ان کا اقتدار رہا۔ ان مسلمانوں کی اولادیں اب یہاں آباد ہیں۔

مَیں جب وہاں گیا تو ایسا لگا کہ خلیفہ ہارون الرشید کے دور کے کسی قصبہ میں آ گیا ہوں۔ تنگ گلیاں جن کا فرش پختہ اینٹوں کا تھا، کئی منزلہ عمارتیں تھیں۔ گلیوں میں گدھا گاڑی تھی لیکن موٹر کار قسم کی کوئی سواری میں نے نہیں دیکھی۔ یہاں کے علماء احمدیت کے مخالف ہیں۔ ملک محمد عثمان مرحوم ان دنوں محکمہ موسمیات کی طرف سے یہاں متعین تھے، ان کے پاس ٹھہرا۔ ایک دن قصبہ میں ایک وسیع عمارت نظر آئی جو مدرسہ تھا جہاں عربی زبان اور دینی علوم پڑھائے جاتے تھے۔ مَیں مدرسہ میں چلا گیا۔ اوپر کی منزل میں ایک استاد طلباء کو تفسیر جلالین پڑھا رہے تھے۔ مَیں بھی جا کر سبق سنتا رہا۔ اتفاق سے اس دن "مَا کَذَبَ اِبْرَاهِيْمُ اِلَّا ثَلٰثَةً" والی حدیث کے حوالہ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے تین جھوٹوں کا ذکر ہو رہا تھا۔ مَیں نے ادب سے پوچھا کہ کیا مَیں سوال کر سکتا ہوں۔ معلم نے کہا ہاں پوچھیں۔ مَیں نے کہا قرآن مجید میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق آتا ہے کہ ﴿اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا﴾ (سورة مریم:۴۲)۔ یقیناً وہ صدیق نبی تھا۔ عربی زبان میں صدیق اس کو کہتے ہیں جس کی سرشت میں سچائی مرکوز ہو اور وہ کسی حالت میں بھی جھوٹ نہ بولتا ہو، پھر اس کے متعلق کس طرح کہا جا سکتا ہے کہ انہوں نے کبھی جھوٹ بولے تھے۔ انہوں نے کہا کہ پھر ان آیات کا کیا مطلب ہے جن کی تفسیر کرتے وقت مفسرین نے حضرت ابراہیمؑ کے تین جھوٹوں کی نشاندہی کی ہے۔ مَیں نے تینوں مقامات کی تشریح کی اور بتایا کہ کسی ایک جگہ بھی حضرت ابراہیمؑ نے جھوٹ نہیں کہا۔ تشریح سن کر وہ حیران ہوئے۔ کہنے لگے آپ ذرا ٹھہریں مَیں سارے اساتذہ اور طلباء کو جمع کرتا ہوں۔ ان کے سامنے آپ ان آیات کے مطالب بیان کریں۔ جب سب جمع ہو گئے تو مَیں نے تینوں مقامات کی تفسیر کر کے بتایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کسی جگہ بھی جھوٹ نہیں کہا اور بتایا کہ قرآن کریم انبیاء کو راست باز اور پاک باطن قرار دیتا ہے اور اگر نبی کا ایک جھوٹ ثابت ہو جائے تو اس کا دعویٰ مشکوک ہو جاتا ہے اس لئے ان کی طرف جھوٹ منسوب کرنا غلطی ہے۔ مَیں نے کہا کہ ایسی حدیث جو قرآن کریم کے واضح اور یقینی بیان کے مخالف بات بتاتی ہو وہ آنحضرت ﷺ کا فرمودہ نہیں ہو سکتی۔ انہوں نے پوچھا آپ نے قرآن کا علم کہاں سے سیکھا۔ مَیں نے کہ کہ مَیں اللہ تعالیٰ کے فضل سے احمدی ہوں۔ مَیں نے قادیان میں تعلیم حاصل کی ہے۔ قادیان میں حضرت امام مہدیؑ کا ظہور ہوا جن پر خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے قرآنی علوم کھولے ہیں۔

مَیں نے کہا اگر آپ کچھ اور پوچھنا چاہیں تو مَیں حاضر ہوں۔ اساتذہ نے قرآن کریم کے بعض مقامات کے مطالب دریافت کئے۔ جب ہم مدرسہ سے نکلے تو ایک جلوس کی صورت ہو گئی۔ اساتذہ مجھے بعض علماء کے پاس لے گئے۔ پہلے عالم کے پاس گئے تو وہ اس وقت چینی کی ایک پلیٹ پر زعفرانی رنگ سے کچھ تحریر کر رہے تھے۔ اساتذہ نے میرا تعارف کروایا اور کہا کہ ان سے آج ہم بہت مستفید ہوئے ہیں۔ قرآن کریم کی بعض آیات کے انہوں نے عمدہ مطالب بیان کئے ہیں۔ انہوں نے سر اٹھا کر مجھے دیکھا اور پھر خاموش ہو گئے۔ ہم انتظار میں رہے کہ وہ کوئی بات کریں گے لیکن انہوں نے کچھ نہیں کہا۔ کچھ دیر کے بعد ہم سلام کر کے اٹھ آئے۔ دوسرے علماء کے ساتھ بھی رابطہ ہوا، کچھ باتیں ہوئیں مگر مختصر طور پر۔ سات روز وہاں ٹھہرا۔ لوگ ملنے آتے اور علمی باتیں ہوتیں۔ اس طرح بہت سے لوگوں سے رابطہ قائم ہو گیا۔ جب یہ لوگ ممباسہ آتے تو مل کر جاتے۔ ایک دفعہ ایک صاحب آئے۔ اس وقت میرے سامنے 'کشتی نوح' کا عربی ترجمہ 'سفینہ نوح' پڑا تھا۔ کہنے لگے مَیں یہ کتاب مطالعہ کے لئے لینا چاہتا ہوں۔ مَیں نے کہا لے جائیں۔ چند ماہ کے بعد وہ پھر آئے اور کتاب واپس کرتے ہوئے کہا کہ بے نظیر کتاب ہے، کوئی مؤید من اللہ ہی ایسی کتاب لکھ سکتا ہے۔ تعلیم کا حصہ مَیں نے ازبر کر لیا ہے۔ عربوں کی مجالس میں سناتا ہوں تو وہ بہت متاثر ہوتے ہیں۔ چنانچہ وہ حصہ انہوں نے مجھے زبانی سنایا۔

عیسائی طلباء کی نیروبی مشن میں آمد

کینیا میں پروٹسنٹ فرقہ کی ایک مشہور سیمنری تھی جہاں سے فارغ التحصیل طلباء پادری بن کر کینیا اور دوسری افریقی ممالک میں کام کرتے تھے۔ ایک دفعہ ان کے پرنسپل نے لکھا کہ ہم طلباء کے ساتھ آپ کے مشن میں آنا چاہتے ہیں۔ مَیں نے لکھا ضرور آئیں۔ وہ ۲۵ طلباء کو لے کر آئے۔ ساتھ دو پروفیسر بھی تھے۔ مَیں نے انہیں خوش آمدید کہا۔ مَیں نے کہا آپ میرے مہمان ہیں مَیں مسیحی عقائد پر تنقید نہیں کروں گا۔ ہاں آپ اسلام کے بارہ میں سوال کرنا چاہیں تو بے شک کریں۔ طلباء نے باری باری سوال کئے، مَیں جواب دیتا رہا۔ پروفیسر حیران تھے کہ ہم اسلام کے متعلق جو کچھ سکھاتے ہیں وہ باتیں بے حقیقت نکلیں۔ ایک پروفیسر نے کہا آپ نے اسلامی مسائل کی جو تشریح کی ہے کیا سب اسلامی فرقے اس کو تسلیم کرتے ہیں۔ مَیں نے کہا فرقوں میں تھوڑا بہت اختلاف تو ہوتا ہی ہے لیکن مَیں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ مسیحیت کے مقابلہ پر جو اسلام اب آئے گا وہ یہی ہو گا جو مَیں بیان کر رہا ہوں۔ دو گھنٹے تک خوشگوار ماحول میں گفتگو ہوئی۔ بعض سوال طلباء نے ایسے بھی کئے جن کے نتیجہ میں مسیحیت کے عقائد زیر بحث آئے۔

ان طلباء میں ایک صومالی نوجوان بھی تھے جن کو پادری صاحبان مسلمانوں میں تبلیغ کے لئے تیار کر رہے تھے۔ تین دن کے بعد وہ دو ساتھی طلباء کے ساتھ دوبارہ آئے اور دو دن میرے پاس ٹھہرے۔ انہوں نے بتایا کہ ہمارے اساتذہ آپس میں باتیں کرتے ہوئے بہت تعریف کرتے تھے کہ کس خوش دلی کے ساتھ احمدی مبلغ نے جواب دئے ہیں۔ اور کہتے تھے کہ ہمیں محسوس ہو رہا تھا کہ اسلام کے متعلق بہت سی باتوں میں ہمارا موقف درست نہیں ہے۔ پرنسپل نے کہا کہ احمدی مبلغین کے متعلق ہمارے چرچ نے بہت تحقیق کی ہے ہم ان کی کوئی خامی نہیں پکڑ سکے۔ اپنے متعلق بتاتے تھے کہ مزید تعلیم کے لئے پادری صاحبان مجھے امریکہ بھجوانا چاہتے ہیں لیکن اب مَیں سمجھتا ہوں کہ میرا مذہبی تعلیم کے لئے جانا فضول ہے۔ ہاں سیکولر تعلیم کے لئے بھجوائیں تو ٹھیک ہے، چلا جاؤں گا۔

یونیسکو کے فورم میں شرکت اور عیسائی طلبا کے ساتھ دلچسپ مجلس سوال وجواب

نیروبی کے کالجوں اور تعلیمی اداروں میں اکثر فورم ہوتے رہتے تھے۔ ان میں اسلام کی نمائندگی کی توفیق ملی۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے احمدیت کا علم ہمیشہ اثر دکھاتا اور پادری صاحبان کو مایوسی ہوتی۔ ایک دفعہ یونیسکو کے تحت ایک ادارہ نے فورم کا انتظام کیا۔ انہوں نے پروٹسٹنٹ اور کیتھولک پادریوں کے ساتھ مجھے بھی مدعو کیا۔ آغاز میں ہم تینوں نمائندگان نے اپنے اپنے مذہب کے متعلق تقاریر کیں۔ بعد میں سوالات کا سلسلہ شروع ہوا۔

ایک نوجوان نے رومن کیتھولک فادر کو مخاطب کر کے کہا کہ فادر! خدا کی Defination کیا ہے؟ پادری صاحب جھلائے اور کہا یہ کیا سوال ہے، یہ جیومیٹری کا مسئلہ نہیں ہے۔ اس نے یہی سوال پروٹسٹنٹ سے کیا۔ انہوں نے اٹھ کر نرمی سے کہا کہ خدا روح ہے۔ پھر مجھ سے پوچھا گیا۔ مَیں نے کہا قرآن مجید کی رو سے اللہ تعالیٰ ایسی ہستی ہے جو تمام خوبیوں اور کمالات کی جامع اور سب نقصوں اور عیبوں اور کمزوریوں سے پاک ہے۔ وہ سب کائنات کا خالق اور پروردگار ہے اور ہر فیض کا منبع اور ہر وجود کا سہارا ہے۔ اس پر نوجوانوں نے تالیاں بجائیں اور اطمینان کا اظہار کیا۔

ایک نوجوان نے مجھ سے پوچھا: ''آپ مسیح کی الوہیت کو کیوں نہیں مانتے؟''۔ مَیں نے کہا: اس لئے کہ الوہیت کی جو تعریف میں نے بیان کی ہے وہ مسیح پر صادق نہیں آتی۔ اس کو غیب کا علم نہیں تھا۔ وہ خود اقرار کرتا ہے کہ قیامت کی مجھ کو خبر نہیں ہے کہ وہ کب ہو گی (مرقس ۱۳:۳۳)۔ اگر وہ خدا ہوتا تو ضرور قیامت کا علم اس کو ہوتا۔ اس کو قدرت بھی حاصل نہیں تھی۔ اس نے کہا کہ خدا کی بادشاہت میں اپنے دائیں اور بائیں بٹھانا میرے اختیار میں نہیں ہے (متی ۲:۲۳)۔ ایک اور جگہ کہا ہے کہ مَیں اپنے اختیار سے کچھ نہیں کر سکتا (یوحنا ۵:۳۰)۔ خدا معبود ہے لیکن مسیح نے اپنی عبادت کی لوگوں کو تعلیم نہیں دی بلکہ جب کہا تو یہی کہا کہ تو خداوند اپنے خدا کو سجدہ کر اور صرف اسی کی عبادت کر۔ (متی ۴:۱۰)۔ اس نے خود خدائے واحد کی عبادت کی اور اسی سے رو رو کر دعائیں مانگیں (مرقس ۱۴: ۳۲-۳۸)۔ بشری کمزوریاں اس کو لاحق تھیں۔ وہ تھک جاتا تو سو جاتا، بھوک ستاتی تو کھانا کھاتا تھا۔ اس لئے حوائج بشری سے بھی پاک نہیں تھا اور قضائے حاجت کے لئے جاتا تھا۔ وہ ضعیف اور بے بس تھا۔ مخالفوں نے اس کو ذلیل کیا، اس کو طمانچے مارے، منہ پر تھوکا اور کوڑے لگائے۔ بالآخر وہ صلیب پر لٹکایا گیا اور ایلی ایلی لما شبقتانی کی دہائی دیتے ہوئے اس نے جان دی اور (بقول عیسائیوں کے) اس طرح وہ خدا کا ملعون ہوا اور تین دن تک جہنم میں رہا نعوذ باللہ من ذلک۔

مَیں نے کہا آپ حضرت مسیح کے انجیل میں بیان کردہ حالات کو غور سے پڑھیں آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ ان کی ساری صفات بشر ہونے کی تھیں۔ لیکن الوہیت کی ایک بھی صفت ان میں نہیں تھی۔ مثلاً اللہ تعالیٰ سے زمین و آسمان کی کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں ہے لیکن مسیح کی یہ حالت نہیں تھی۔ ایک دن بھوک لگی، دور سے انجیر کا درخت نظر آیا وہ اس کے پاس گیا کہ لے کر اس سے کچھ کھائے لیکن اس کو بے ثمر پایا اور وہ اس کو بددعا دے کر چلا آیا (مرقس ۱۱: ۱۲، ۱۳، ۱۴)۔ خدا پاک ہے لیکن مسیح اقرار کرتا ہے کہ وہ پاک نہیں تھا۔ ایک دن ایک سردار نے اس کو نیک استاد کہہ کر مخاطب کیا۔

یسوع نے کہا تو مجھ کو نیک کیوں کہتا ہے۔ نیک کوئی نہیں مگر ایک یعنی خدا (لوقا ۱۸:۱۸-۱۹)۔ غرض مسیح کے حالات ان کی الوہیت کے خلاف دلیل ہیں۔

مسیحؑ کے معجزات

ایک نوجوان نے سوال کیا کہ مسیح نے معجزات دکھائے کیا وہ ان کی الوہیت کا ثبوت نہیں ہیں؟ مَیں نے کہا معجزات بھی مسیح کی الوہیت کا ثبوت نہیں ہوسکتے کیونکہ مسیح معجزات دکھانے میں منفرد نہیں تھے۔ بائبل کے بیان کے مطابق پہلے انبیاء نے بکثرت معجزات دکھائے ہیں اور ان کے معجزات مسیح کے معجزات سے کمتر نہیں تھے۔ پادری صاحبان عام طور پر مسیح کے معجزات اور انبیاء کے معجزات میں امتیاز کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ انبیاء کے معجزات خدا کی طاقت سے صادر ہوتے تھے اور مسیح اپنی قدرت سے معجزے دکھاتا تھا۔ لیکن انجیل اس خیال کو رد کرتی ہے۔ انجیل میں صاف لکھا ہے کہ مسیح ایک انسان تھا اور خدا اس کے ذریعہ سے معجزات دکھاتا تھا (اعمال ۲:۲۲)۔

میری بات اختتام کو پہنچ رہی تھی کہ رومن کیتھولک فادر بول پڑے کہ مسلمان متعصب ہوتے ہیں۔ یہ فورم کے آداب کے خلاف بات تھی۔ ایک انگریز Mr.Holloway نے اجازت چاہی کہ مَیں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ انہوں نے کہا کہ فادر نے جو تعصب کی بات کی ہے درست نہیں ہے۔ مَیں یہاں اس بات کی ریسرچ کر رہا ہوں کہ اس ملک میں عیسائی ہونے والے مسلمانوں اور مسلمان ہونے والے عیسائیوں کی Ratio کیا ہے۔ اس سلسلہ میں مَیں کئی دفعہ شیخ شرما کو جا کر ملا ہوں۔ انہوں نے مجھ سے پورا تعاون کیا ہے اور اپنے سواحیلی اور انگریزی اخبارات میں شائع کیا ہے کہ جن کو اس بارہ میں معلومات ہوں وہ مسٹر ھولووے سے رابطہ کریں۔ انہوں نے کہا کہ اسلام کے متعلق مَیں بھی غلط نظریات دل میں جمائے بیٹھا تھا لیکن مسٹر شرما سے گفتگو کے بعد مَیں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ اسلام رواداری کی تعلیم دیتا ہے اور جبر و اکراہ کے خلاف ہے۔

......☆......☆......☆......

یوگنڈا میں تبلیغی جہاد

جب مَیں پہلی دفعہ مشرقی افریقہ آیا تو ٹبورہ پہنچنے کے چند دن بعد مَیں نے خواب میں دیکھا کہ آنحضرت ﷺ نے مجھ کو ایک پارٹی کا انچارج بنا کر جہاد کے لئے روانہ ہونے کا حکم دیا ہے۔ آنحضورؐ کی آواز مَیں نے سنی لیکن آنحضورؐ مجھے نظر نہیں آئے۔ جس جگہ مَیں گیا وہ سڑک کے قریب ایک درخت تھا اس سے ہٹ کر مَیں نے پڑاؤ کیا۔ سڑک کے جنوب میں کھلا میدان تھا اور شمال کی جانب جھاڑدار پودوں کی باڑ تھی۔ اگلے روز محترم شیخ مبارک احمد صاحب نے پوچھا کیا تم نے کوئی خواب دیکھا ہے۔ غالباً اس وقت وہ یہ فیصلہ کرنا چاہتے تھے کہ مجھے کہاں بھجوایا جائے۔ مَیں نے خواب سنادیا۔ اس وقت وہ خاموش رہے۔ چند دنوں بعد فرمایا اروشہ چلے جاؤ۔ چنانچہ مَیں وہاں چلا گیا۔ بات آئی گئی ہو گئی۔ لیکن مشرقی افریقہ کے ممالک کی آزادی کا وقت جب قریب آیا اور مرکز نے ۱۹۶۱ء میں تینوں ممالک کا علیحدہ علیحدہ مستقل نظام تبلیغ قائم کیا اور مجھ کو یوگنڈا ملک کا امیر اور مبلغ انچارج مقرر کیا اور خاکسار جنجہ پہنچا تو دیکھ کر تعجب ہوا کہ یہ تو وہی جگہ تھی جو خواب میں دیکھی تھی۔ سڑک کے قریب وہی درخت تھا۔ یہاں کی زمین کا رنگ بھی سرخ تھا۔ سڑک کے جنوب میں میدان اور شمال میں سکول تھا جس کے گرد جھاڑی دار پودوں کی باڑ تھی۔ درخت سے کچھ فاصلے پر ہماری مسجد اور مشن ہاؤس تعمیر ہو چکے تھے۔ اس جگہ میرا قیام ہوا۔ خاکسار قریباً آٹھ سال یوگنڈا میں رہا۔ اس عرصہ میں یوگنڈا مشن کا ہیڈ کوارٹر اسی جگہ رہا۔ خاکسار کے علاوہ چھ مرکزی مبلغین اور کم و بیش اکیس معلمین تبلیغی جہاد میں مصروف تھے۔

یوگنڈا آکر تبلیغ کو وسعت دینے کے علاوہ یوگنڈا کی زبانوں میں ابتدائی لٹریچر تیار کرنے کی طرف توجہ دی۔ نماز کی کتاب، روزہ کی کتاب، اسلامی اسباق، رسالہ پیغام احمدیت لوگنڈا زبان میں شائع کیں۔ اس کے علاوہ قرآن کریم کے پہلے پانچ پاروں کا لوگنڈا زبان میں ترجمہ شائع کیا۔ یہ ترجمہ ابتدائی طور پر علی کسیکا صاحب مرحوم نے کیا تھا۔ اشاعت سے قبل اس ترجمہ کی خاکسار نے مکرم حاجی ابراہیم سیفوما مرحوم، مکرم زکریا کزیٹو صاحب اور مکرم سلمان مانجے صاحب کے ساتھ مل کر نظر ثانی کی اور تفسیری نوٹ لکھے۔ یہ لوگنڈا ترجمۃ القرآن پانچ ہزار کی تعداد میں شائع ہوا تھا جو خدا تعالیٰ کے فضل سے بہت مقبول ہوا۔

شمالی لوگنڈا کے قبیلہ لانگو کی زبان میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی تصنیف لائف آف محمد Nabi Maleng Muhammad کے نام سے شائع کی۔ لانگو زبان میں یہ پہلی کتاب تھی جس کو خدا تعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ کو شائع کرنے کی توفیق ملی۔ اس کے علاوہ عیسائیوں اور مسلمانوں کے لئے یوگنڈا کی زبان میں اور انگریزی میں ہزارہا کی تعداد میں پمفلٹ شائع کئے، مساکا کی مسجد کا سنگ بنیاد رکھا گیا، کمپالا کی مسجد جو مکرم ڈاکٹر لعل دین مرحوم کی زیر نگرانی تعمیر ہو رہی تھی مکمل ہوئی اور حضرت چوہدری محمد ظفراللہ خان صاحب رضی اللہ عنہ نے اس کا افتتاح فرمایا۔ اس کے علاوہ خاکسار کے دوران قیام میں یوگنڈا میں چھ دیہاتی مساجد بنیں، سیٹا میں پرائمری سکول کھولا گیا۔ اسی طرح کمپالا میں مکرم مختار احمد ایاز صاحب مرحوم کی جدوجہد اور مرکز کی مالی امداد سے بشیر ہائی سکول کھلا۔

جماعت اسلامی پر ارشاد احمد حقانی کا تبصرہ

روزنامہ جنگ کے مشہور کالم نگار ارشاد احمد حقانی جماعت اسلامی کے بارہ میں تحریر کرتے ہیں:

جماعت اسلامی کے پیش کردہ اسلام میں عامۃ المسلمین کے لئے کوئی کشش نہیں۔

”مولانا مودودی برصغیر کے عام اور پسماندہ مسلمانوں کے حقیقی اور واقعی احوال و کوائف اور مسائل سے بہت کم آگاہ تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی اپیل ایک خاص طبقہ تک محدود رہی اور کسی بھی دور میں ان کی جاری کردہ تحریک اسلام کے حوالہ سے عوامی توجہ اپنی طرف مبذول کرانے میں کامیاب نہیں ہو سکی۔ ان کے تصور اسلام میں عامۃ المسلمین کے لئے کوئی اپیل، کوئی کشش کبھی نہیں رہی اور نہ آج ہے۔ اس لئے کہ انہوں نے اسلام کا کوئی ایسا تصور پیش ہی نہیں کیا جو عوام کو درپیش مسائل کا حل اسلام کے حوالے سے ایسے انداز میں تجویز کرتا جو عوام کے لئے قابل فہم اور قابل قبول ہوتا۔ انہوں نے اسلامی معاشرہ کا ایک رومانوی اور تخیلاتی تصور تو ضرور پیش کیا لیکن اس کی تشریح اور اس کے قیام کے طریق کار کی وضاحت ایسے انداز میں نہ کی جو عامۃ المسلمین کے لئے کسی کشش کا باعث ہوتی“۔

(جنگ لندن ۲۶/اکتوبر ۲۰۰۲ء)

☆...... ”جماعت اسلامی ساری قوت سے ۲۵-۳۰ سال تک اسلامی دستور اور اسلامی آئین کی مہمیں چلاتی رہی ہے جبکہ معاشرہ میں جبر، ناانصافی، اونچ نیچ اور عوامی محرومی میں خوفناک اضافہ ہوتا رہا ہے“۔

(جنگ لندن ۲۶/اکتوبر ۲۰۰۲ء)

☆...... ”مولانا کے جانشینوں نے کبھی یہ سوچا تک نہیں کہ جماعت کے بانی کے افکار یا تصورات یا ان کے فہم اسلام میں کوئی خامی یا غلطی بھی ہوسکتی ہے۔

ملک کے تعلیم یافتہ افراد کی بڑی اکثریت انہیں دور جدید کے تقاضوں سے بے خبر سمجھتی ہے اور ان کے فہم اسلام کو ناقابل عمل، غیر متوازن اور غیر حقیقت پسندانہ قرار دیتی ہے“۔

(جنگ لندن ۲۶/اکتوبر ۲۰۰۲ء)

جماعت کے قول و فعل میں تضاد

(۱)...... ”عورت کے فرائض، دائرہ کار اور اس کے حجاب کے حوالے سے جماعت کا جو اعلان کردہ مسلک ہے اسلام اس کا تقاضا نہیں کرتا اور نہ آج کے معاشرتی و معاشی حالات میں وہ قابل عمل ہے۔

جماعت کا دعویٰ ہے کہ عورت کا گھر سے نکلنا ناپسندیدہ ہے لیکن جماعت کے وابستگان دامن کی بیویوں نے جو خود بھی جماعت کی کارکن ہیں بلدیاتی انتخابات لڑے ہیں اور ان میں جو کامیاب ہوئی ہیں وہ اپنے اداروں میں بیٹھتی بھی ہیں۔ ابھی چند ماہ قبل جماعت سے وابستہ خواتین نے کراچی میں جلوس نکالا، سڑکوں پر نعرے لگائے اور وہ تمام طور طریقے اپنائے جو سیاسی جلسوں، جلوسوں میں اپنائے جاتے ہیں لیکن مؤقف جماعت کا یہی ہے کہ عورت کا دائرہ کار اس کا گھر ہے۔ جماعت یا جمیعت سے تعلق رکھنے والی کئی طالبات پردہ نہیں کرتیں لیکن جمیعت طالبات میں ان کا مقام و مرتبہ قائم ہے مگر رسمی مؤقف یہی ہے کہ عورت کو برقع پہننا چاہئے“۔

(۲)...... ”جماعت کے علماء کے نزدیک تصویر اتروانا آج بھی حرام ہے لیکن اس ضمن میں جو عمل ہے وہ سب کے سامنے ہے“۔

(جنگ لندن ۳۰/اکتوبر ۲۰۰۲ء)

......☆......☆......☆......

(مرسلہ: رشید احمد چوہدری۔ لندن)

Earlsfield Properties

We will manage your property at 0% commission

Guaranteed rate schemes for 3 & 5 years

Free management Service

Guaranteed vacant possession

175 Merton Road London SW18 5EF

Tel: 020-8265-6000 or 020 8877 - 0762 Fax: 020 8874 9754

For any Business/Commercial Requirments

Complete Financial Packages Can Be Arranged

Contact:

Iqbal Ahmad BA AIB MIAP

Former Bank Executive Vice President/General Manager UK

Tel. & Fax: 020 8874 2233 + Mobile: 07957-260666

www.commloans.co.uk --- e-mail: comm.it@virgin.net

NACFB Member of the National Association of Commercial Finance Brokers

کونگو (کنشاسا) کے نویں جلسہ سالانہ کا شاندار انعقاد

ساڑھے چار ہزار سے زائد احباب کی شمولیت جن میں سے ۷۰۹ نو مبائعین تھے
گورنمنٹ آفیسرز اور چیف صاحبان کی شمولیت،
ٹی وی اور اخبارات میں جلسہ کی بھرپور کوریج

(رپورٹ: بشارت احمد ملک۔ مبلغ سلسلہ کونگو کنشاسا)

جلسہ سالانہ کے انتظامات

خدا تعالیٰ کے فضل و احسان سے جماعت احمدیہ کونگو (کنشاسا) کو اپنا نواں جلسہ سالانہ مورخہ ۱۲، ۱۳؍اکتوبر کو منعقد کرنے کی توفیق ملی۔ جلسہ کے کامیاب انعقاد کے لئے دو ماہ قبل ہی انتظامات شروع کر دیئے گئے۔ مکرم و محترم محبّ اللہ صاحب خالد امیر جماعت ہائے احمدیہ کونگو نے مکرم عبد الرزاق بیسالہ (Besala) صاحب کو افسر جلسہ سالانہ مقرر فرمایا جنہوں نے حکمتِ عملی اور محنت سے جلسہ کے جملہ انتظامات کئے۔ گورنمنٹ سے جلسہ کے انعقاد کیلئے جب اجازت طلب کی گئی تو انہوں نے کھلے دل سے اجازت دیتے ہوئے کہا کہ ہمیں خوشی ہو گی اگر آپ اس قسم کی مذہبی کانفرنس منعقد کریں گے۔ ایسے پروگراموں سے عوام میں شعور اور سچائی کی جستجو پیدا ہوتی ہے۔ ہمیں علم ہے کہ آپ کی پہلی کانفرنسز بھی خدا کے ذکر سے معمور اور دنیا میں امن قائم کرنے کے لئے تھیں۔ گورنمنٹ سے اجازت ملنے کے بعد کنشاسا (kinshasa) میں ایک بہت بڑا ہال کرائے پر لیا گیا۔ جلسہ سالانہ سے ایک ماہ قبل جلسہ کا پروگرام اور دعوت نامے چھپوا کر وسیع پیمانے پر تقسیم کئے گئے چونکہ کنشاسا شہر ایک وسیع علاقے پر پھیلا ہوا ہے اس لئے کثیر تعداد کیلئے ٹرانسپورٹ ایک بہت بڑا مسئلہ ہے اس مشکل کو حل کرنے کے لئے بسوں کا انتظام کیا گیا۔

مکرم افسر صاحب جلسہ سالانہ نے جلسہ سالانہ کے انتظامات کے سلسلہ میں درج ذیل شعبے اور ان کے ناظمین مقرر فرمائے۔

۱۔شعبہ تیاری جلسہ گاہ ۲۔شعبہ نظم و ضبط ۳۔شعبہ استقبال و رجسٹریشن ۴۔شعبہ رہائش ۵۔شعبہ لنگر خانہ ۶۔شعبہ آب رسانی ۷۔شعبہ ٹرانسپورٹ ۸۔شعبہ بک سٹال و نمائش ۹۔شعبہ پریس۔ خدا تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق سے ہر شعبے نے خوب محنت اور لگن سے کام کیا

لنگر خانہ حضرت مسیح موعودؑ

جلسہ سالانہ پر آنے والے معزز مہمانوں کی رہائش کا انتظام احمدیہ سکول کی عمارت میں کیا گیا، اسی طرح مختلف علاقوں سے آنے والے چیف صاحبان اور گورنمنٹ افسران کی رہائش کا انتظام ہوٹل میں کیا گیا۔

جلسہ سالانہ کے موقعہ پر لنگر خانہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ۱۰؍اکتوبر بروز جمعرات سے لے کر ۱۵؍اکتوبر بروز منگل تک جاری رہا۔ لنگر خانہ کا کام کرنے والے احباب و خواتین نے ان تمام دنوں میں بڑی محنت اور لگن سے کام کیا۔ اسی طرح اطفال و ناصرات کی ایک بڑی تعداد نے جلسہ کے دوران احباب کو پانی پلانے کا کام بڑی دلجمعی سے کیا۔ مکرم طاہر منیر بھٹی صاحب مبلغ سلسلہ بھی اس تمام عرصے میں لنگر خانے کا کام کرنے والی ٹیم کی راہنمائی کرتے رہے۔

جلسہ سالانہ کا پہلا روز

پہلا اجلاس:

جلسہ سالانہ کی کارروائی مورخہ ۱۲؍اکتوبر بروز ہفتہ بعد نمازِ ظہر و عصر ایک بجے مکرم امیر صاحب کی صدارت میں تلاوتِ قرآن سے شروع ہوئی۔ تلاوتِ قرآن کریم اور نظم کے بعد محترم امیر صاحب نے افتتاحی خطاب فرمایا جس میں آپ نے جلسہ سالانہ کی غرض وغایت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریرات کی روشنی میں پیش فرمائی نیز جلسہ سالانہ کو کامیاب بنانے کے لئے ہدایات دیں اور افتتاحی دعا کروائی۔ افتتاحی خطاب کے بعد درج ذیل تین تقاریر ہوئیں:

۱۔ ’’قرآنِ کریم کی اہمیت اور برکات‘‘ مقرر: مکرم عبد الصالح مدیس صاحب ۲۔ ’’حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عشقِ رسولؐ‘‘ مقرر: مکرم مسلم کاتامیا صاحب ۳۔ ’’خلافت کی اہمیت اور برکات‘‘ مقرر: مکرم عمر ابدان صاحب۔ ان تقاریر کے بعد پہلے اجلاس کی کارروائی اپنے اختتام کو پہنچی۔

دوسرا اجلاس:

نمازِ مغرب وعشاء ساڑھے چھ بجے شام ادا کی گئیں اس کے بعد دوسرے اجلاس کی کارروائی کا باقاعدہ آغاز ہوا۔ تلاوت اور نظم کے بعد درج ذیل تین تقاریر ہوئیں۔

۱۔ ’’سوانح حضرت عمرؓ‘‘ مقرر: مکرم حسن شادرے صاحب ۲۔ ’’صحابہ کرامؓ کا عشق رسول ﷺ‘‘ مقرر: مکرم طاہر منیر بھٹی صاحب مبلغ سلسلہ ۳۔ ’’تربیتِ اولاد‘‘ مقرر: مکرم ڈاکٹر محمد سلیم خان صاحب۔ اسکے بعد مجلس سوال و جواب ہوئی اور رات ساڑھے نو بجے دوسرے اجلاس کی کارروائی اختتام پذیر ہوئی۔

جلسہ کا دوسرا دن

دوسرے دن کا آغاز نمازِ تہجد سے ہوا۔ نمازِ تہجد اور فجر کے بعد درس قرآنِ کریم، درسِ حدیث اور درسِ ملفوظات دیا گیا۔

اختتامی اجلاس:

اختتامی اجلاس کی کارروائی مکرم امیر صاحب کی صدارت میں صبح ساڑھے گیارہ بجے شروع ہوئی۔ تلاوتِ قرآن کریم اور نظم کے بعد تین تقاریر ہوئیں: ۱۔ ’’رحمۃ للعالمینؐ‘‘ مقرر: مکرم موسیٰ بونڈو صاحب ۲۔ ’’اسلام میں جہاد کا تصور‘‘ مقرر: نائب امیر مکرم علی جانی سعیدی صاحب ۳۔ ’’امام مہدی علیہ السلام کا ظہور اور اسکی علامات‘‘ مقرر: خاکسار (بشارت احمد ملک)

ان تقاریر کے بعد مکرم امیر صاحب جماعت ہائے احمدیہ کونگو نے اپنے اختتامی خطاب میں جماعت احمدیہ کا تعارف پیش فرمایا اور جلسہ میں شامل ہونے والے احباب کا شکریہ ادا کیا اور اختتامی دعا کروائی۔ اس طرح کونگو کنشاسا کا یہ نواں جلسہ سالانہ خدا تعالیٰ کی تائید و نصرت کے ساتھ بخیر و خوبی اختتام پذیر ہوا۔ اختتامی دعا کے بعد معزز چیف صاحبان اور گورنمنٹ افسران کی خدمت میں عشائیہ پیش کیا گیا۔

حاضری

امسال خدا تعالیٰ کے فضل سے کونگو کنشاسا کے چار صوبوں اور کونگو برازاویل سے احباب نے جلسہ میں شمولیت کی۔ گذشتہ سال آٹھویں جلسہ سالانہ کے موقعہ پر تقریباً تین ہزار احباب جلسہ میں شامل ہوئے تھے۔ امسال خدا تعالیٰ کے فضل سے ۳۰ جماعتوں میں سے ۴۷۸۲؍احباب جلسہ میں شامل ہوئے جن میں سے ۷۰۹ نو مبائعین تھے جبکہ ۱۹۳۶ مہمان بھی جلسہ میں شامل ہوئے۔ ۳۵ چیف صاحبان اور گورنمنٹ افسران نے بھی جلسہ میں شمولیت کی۔

بک سٹال اور نمائش

جلسہ سالانہ کے موقع پر بک سٹال اور نمائش کا بھی اہتمام کیا گیا جس کے تحت فرنچ، انگریزی، عربی، لنگالا، سواحیلی اور چیکاپا زبانوں میں جماعتی لٹریچر رکھا گیا جس سے احباب نے بھرپور استفادہ کیا نیز حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلفاء احمدیت کی تصاویر بھی نمائش کا حصہ تھیں جو مہمانوں کی توجہ کا مرکز بنی رہیں۔

پریس کوریج

جلسہ سے پہلے کونگو کے نیشنل ٹی وی RTNC اور RAGA نیز ریڈیو اور اخبارات پر بھی جلسہ کے پروگراموں کی تشہیر مسلسل دو روز تک ہوتی رہی۔ جلسہ کے دوران ٹی وی اور اخبارات کے نمائندے جلسہ کی کارروائی کو ریکارڈ کرتے رہے۔ جلسہ کے بعد مورخہ ۱۴ اور ۱۵؍اکتوبر کو نیشنل ٹی وی RTNC اور لوکل ٹی وی A.A. نے جلسہ کی خبر مع جھلکیوں کے نشر کی۔ نیشنل اخبار ’’LA PALMARE‘‘ نے اپنی اشاعت ۱۶؍اکتوبر ۲۰۰۲ء اور اخبار "L' OBSERVATEUR" اور ’’L'union‘‘ دونوں نے اپنی اشاعت ۲۲؍اکتوبر میں جلسہ کی تفصیلی رپورٹ شائع کی۔ اسی طرح اخبار ’’TETES D'AFICHE‘‘ میں یکم نومبر ۲۰۰۲ء کو جلسہ کی خبر تفصیلاً شائع ہوئی۔ نیز درج ذیل اخبارات نے بھی جلسہ کو بھرپور کوریج دی۔

EQUATEUR EN, MARCHE, OASIS, REFERENCE PLUS

تأثرات

جلسہ میں شامل ہونے والے کونگو کے ایک معزز چیف (جو حال ہی میں احمدی ہوئے ہیں) نے اپنے تأثرات کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ میں جلسہ میں شامل ہو کر بہت خوشی محسوس کر رہا ہوں میں نے اسلام کے بارہ میں بہت سی معلومات حاصل کی ہیں۔ اس وقت یہی ایک تعلیم ہے جو دنیا میں حقیقی امن کے قیام کی ضامن ہے۔ خدا تعالیٰ ہمارے علاقے کو صحیح اسلامی تعلیمات پر گامزن ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

جلسہ کے بعد بعض سنّی احباب ہمارے احمدیہ مشن تشریف لائے اور ذکر کیا کہ خدا کی دی ہوئی توفیق سے ہم آپ کے جلسہ میں شامل ہوئے اور جماعت احمدیہ کے بارہ میں ہماری بہت سی غلط فہمیاں دور ہو گئی ہیں۔ ہمیں آج علم ہوا ہے کہ جماعت احمدیہ ہی اس وقت پوری دنیا میں اسلامی تبلیغ و تعلیم کا فریضہ سرانجام دے رہی ہے۔

جلسہ سالانہ کے کامیاب انعقاد پر مبارکباد کے پیغامات بذریعہ فون محترم امیر صاحب کو بکثرت موصول ہو رہے ہیں کہ لوگوں کو اسلام سے متعارف کروانے اور صحیح اسلامی تعلیم سے آگاہ کرنے کے لئے اس طرح کے جلسوں کا انعقاد بہت ضروری ہے۔ نیز اس سلسلہ میں جماعتی مساعی کو بھی سراہا جا رہا ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس جلسہ کو کامیاب بنانے والے تمام احباب کا حامی و ناصر ہو اور ان کو مزید خدمتِ دین کی توفیق عطا فرمائے اور اسی طرح تمام شاملین جلسہ کو اپنے فضلوں اور رحمتوں سے نوازے اور حضرت مسیح موعودؑ کی وہ دعائیں جو آپ نے جلسہ کے شاملین کے حق میں کی ہیں، ان کا وارث بنائے۔ آمین

○○○

خصوصی درخواست دعا

احباب جماعت سے پاکستان میں جملہ اسیران راہ مولا کی جلد از جلد باعزت رہائی نیز مختلف مقدمات میں ملوث افراد جماعت کی باعزت بریت کے لئے دردمندانہ درخواست دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ان بھائیوں کو اپنی حفظ وامان میں رکھے اور ہر شر سے بچائے۔ اللھم انا نجعلک فی نحورھم ونعوذبک من شرورھم۔

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ساتھ

مجلس سوال و جواب

(منعقدہ ۱۸/ا گست ۱۹۹۵ء۔ایم ٹی اے سٹوڈیو۔لندن)

[سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ساتھ ایم ٹی اے انٹرنیشنل لندن کے سٹوڈیو میں منعقد ہونے والی ایک مجلس سوال و جواب کے بعض منتخب سوال اور حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ کے فرمودہ پر معارف جوابات کو کیسٹ سے مرتب کرنے کے بعد ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر ہدیۂ قارئین کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔ ہمیں امید ہے کہ احباب اس سے بھرپور استفادہ کریں گے۔ سوال و جواب کی اس مجلس کی کارروائی کو کیسٹ سے سن کر لکھنے میں بیلجئم کے مکرم شہزاد خلیل احمد صاحب، مکرم ظہور الٰہی صاحب اور مکرم نصیر احمد شاہد صاحب نے ہماری معاونت کی ہے۔ ادارہ ان سب دوستوں کا اس معاونت پر شکر گزار ہے۔ فجزاھم اللہ احسن الجزاء۔] (مدیر)

ایک دوست نے سوال کیا کہ خدا تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے کونسا آسان طریق ہے؟

اس کا جواب دیتے ہوئے حضور انور نے فرمایا کہ آسان طریق تو دعا ہے۔ سب سے آسان طریق دعا ہے جو مشکلوں کو آسان کرنے والا ہے۔

سوال: تمام مذاہب صلح، محبت پیار، آشتی کا پیغام لے کر آئے ہیں۔ لیکن تاریخ بتاتی ہے کہ جتنا خون مذاہب کے نام پر بہایا گیا شاید دوسری جنگوں میں نہیں بہایا گیا۔اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب: حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ: یہ درست نہیں ہے۔ تاریخ یہ نہیں بتاتی۔ تاریخ بتاتی ہے کہ غیر مذہبی جنگوں میں اتنا خون بہایا گیا ہے کہ اس کے مقابل پر مذہبی جنگوں میں قطرے بھی نہیں بہائے گئے۔ یہ حقیقت ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ کی جنگیں دیکھ لیں۔ اُن میں جو کُل Casualties دیکھیں تو حیران ہو جائیں گے آپ کہ اتنا بڑا انقلاب اتنی سی قربانیوں کے ساتھ ہاتھ آ گیا۔ اور جو دوسری جنگیں ہوئی ہیں تاریخ میں، کسریٰ اور قیصر کی جنگیں اور اس سے پہلے فراعین کی جنگیں ان میں جو خون بہایا گیا وہ تو دریا بہائے گئے ہیں۔ اور یہ جو ہلاکو خان آیا تھا چند روز، اس کو آپ نے تاریخ میں کیوں بھلا دیا ہے۔ وہ کونسی مذہبی جنگ لے کر آیا تھا۔ تو یہ مفروضہ ہے خواہ مخواہ اہل مذہب کو طعن دینے کے لئے۔ لامذہب لوگ اتنا کہتے ہیں کہ مذہبی لوگ سمجھتے ہیں کہ واقعی سچ ہے۔ ہرگز اس کی دُور کی بھی نسبت نہیں ہے مذہبی لڑائیوں اور غیر مذہبی لڑائیوں میں۔ جن لڑائیوں کا نام انہوں نے خود مذہبی رکھا، جو مذہبی نہیں تھیں، ان میں ایک صلیبی جنگیں ہیں اور اس کے مقابل پر Crescent کی جنگ بنا دی گئی۔ اور مقابل پہ صلاح الدین ایوبی وغیرہ کی طرف سے جو طریق اختیار کیا گیا وہ ہرگز جہاد کے معنوں میں نہیں تھا۔ وہ ایک قومی دفاع تھا اور اس کے مطابق انہوں نے قومی دفاع کی کارروائیاں کیں۔

لیکن اگر مذہب کی نفرت کی وجہ سے ایک سیاسی جنگ کو مذہب کا نام دے دیا جائے تو مذہب مظلومیت کے کنارے پر کھڑا ہے، ذمّہ دار نہیں ہو گا۔ اور ان معنوں میں وہ جہاد بھی بن جاتا تھا۔ کیونکہ عیسائیوں کی طرف سے مسلمان نام سے نفرت تھی اور تمنّا یہ تھی ان کی Territory جیتنے کی۔ اس لئے غیر سیاسی ہونے کے باوجود ان کے بگڑے ہوئے مذہب کے تصور کی وجہ سے اس میں مذہب کی ملونی داخل ہو گئی۔ انہوں نے اس کا نام اب Holy Wars رکھا ہے۔ انہوں نے اس کو صلیبی جنگیں قرار دیا ہے۔ اور مقابل پر چونکہ وہ لوگ اپنے وطن کی حفاظت کر رہے تھے اور ان پر مذہب کی منافرت کی وجہ سے جنگ ٹھونسی گئی، اُن کی جنگ مذہبی نہیں ہے لیکن جہاد کے قریب ترین آ جاتی ہے۔ کیونکہ جس سے نفرت صرف خدا کے نام پر ہو اس کا دفاع بھی اللہ تعالیٰ کے نزدیک عزت پاتا ہے اور اسے ایک مذہبی تقدّس حاصل ہو جاتا ہے۔ تو بعینہٖ وہ جہاد نہیں جس کا قرآن میں ذکر ہے مگر جہاد کے قریب ترین اگر کوئی دُور ہے تو وہ ہے۔

اب آپ دیکھیں اُس میں مذہب کا کونسا قصور تھا؟ عیسائیت کا تھا؟ کوئی قصور نہیں کیونکہ عیسائیت نے تو وہ تعلیم ہی نہیں دی تھی جو وہ لوگ کر رہے تھے۔ اسلام کا بیچ میں کونسا قصور تھا؟ اپنے علاقہ میں، اپنے وطن کی حفاظت کرنا یہ کوئی ایسی مذہبی تعلیم ہے جس سے فساد پھیلتے ہیں!؟۔ تو جن جنگوں کو مذہبی کے طور پر آپ نمایاں جگہ دیتے ہیں اُن میں بھی درحقیقت مذہب کارفرما نہیں ہے۔ اگر ہے تو ان کی بگڑی ہوئی صورت ہے۔ اور پھر ایک بہت سا فساد کا دور ایسا ہے مثلاً ازمنۂ وسطیٰ میں جو مسلمان ممالک میں مذہب کے نام پر خون بہایا گیا مولویوں نے کروایا وہ بھیانک تو بہت دکھائی دیتا ہے مگر ان سب کو جمع کر کے دیکھ لیں تو ایک باریک نالی بھی نہ بنے گی خون کی۔ بہت بھیانک چونکہ بھیانک ہونے کی وجہ سے بہت نمایاں طور پر دکھائی دے رہا ہے، سفید کپڑے کے داغ ہیں جو مولویوں نے مذہب کے نام پر دھوکہ دے کر مروایا ہے۔ مذہب ذمہ دار تو بہرحال نہیں تھا۔ میں کہہ رہا ہوں کہ اس کی بھی مجموعی تعداد یا مقدار اتنی معمولی ہے کہ اس کے مقابل پر ان کے روزمرّہ کے مظالم دیکھ لیں صرف ایک ہٹلر کے Jews کے خلاف مظالم دیکھ لیں۔ Jews ۶ ملین کہتے ہیں۔ دوسرے کہتے ہیں کہ نہیں ۶ ملین نہیں تھے۔ ایک دو ملین بھی کہتے ہیں بعض۔ مگر ایک ملین بھی ہوں تو ساری مذہبی تاریخ میں ایک ملین نکال کے دکھائیں جو مذہب کی وجہ سے مارے گئے ہوں۔ کہیں بھی نہیں ہوا۔

سوال: قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اپنی صفتِ کلام کو بطور فعل کے تو پیش کیا ہے، بطور صفت کے پیش نہیں کیا۔ دوسری صفات کو بطور صفت کے پیش کیا مثلاً غَفُوْر بھی کہا اور یَغْفِرُ بھی کہا لیکن کلام کو ہمیشہ Verb کے طور پر استعمال کیا ہے جیسے کَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰی تَکْلِیْمًا۔ یہ نہیں کہا کہ میں بولنے والا ہوں۔ اس میں کیا حکمت ہے؟

جواب: حضور نے فرمایا کہ اس کی بڑی واضح حکمت موجود ہے کہ جس طرح ہم بولتے ہیں اس طرح اللہ بولتا نہیں ہے۔ اگر اللہ اس طرح بولے تو اس کی آواز سب کو ہمیشہ آئے اور جب بولے تو سب سن لیں۔ تو یہ جو مسئلہ ہے اس کو عیسائی محققین نے قرآن پر اعتراض کے طور پر اٹھایا ہے اور اس کا جواب اسی بات میں ہے جو آپ سوال کے طور پر کر رہے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ تم کہتے ہو کہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ کلام الٰہی تو ہے نا لیکن یہ کلام کیسے ہو گیا، کس طرح بولتا ہے۔ اس کا کون سا Organ ہے جو بولنے سے تعلق رکھتا ہے۔ Vocal Cord ہے؟ کیا شکل ہے؟ اور جب وہ بولتا ہے تو پھر دوسروں کو کیوں سنائی نہیں دیتا۔ اس لئے یہ سب نفس کی باتیں ہیں اور بات وہیں ختم ہوتی ہے کہ وہ تمہارے نفس کے تأثرات ہی خدا کی آواز سمجھے گئے ہیں۔ پھر ایسے لوگوں کے وحی کے دعویدار ہونے کا کیوں انکار کرتے ہیں جیسے گاندھی نے یا دوسرے لوگوں نے کیا۔

اس مضمون پر حضرت چوہدری ظفر اللہ خان صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک امریکن پادری نے بحث شروع کی تھی اور چوہدری صاحب نے مجھے بھی اس کی تھوڑی سی بحث بھجوائی۔ اُن دنوں میں وقفِ جدید میں ہوا کرتا تھا۔ میں نے چوہدری صاحب کو مشورہ دیا کہ آپ اپنی بے حد ذہانت اور عقل کے باوجود سادہ ہیں کیونکہ آپ میں متقیانہ سادگی بھی پائی جاتی ہے۔ یہ تقویٰ سے عاری شیطان چالاک ہے اور ایسے لفظوں میں اس نے آپ کو الجھا دیا ہے کہ آپ کا اگر یہ جواب چھپے تو کئی لوگوں پر یہ تأثر پڑ جائے گا کہ نعوذ باللہ من ذالک آپ نے بعض جگہ پر اسلام کا دفاع ٹھیک نہیں کیا۔ اس لئے اس قسم کی بحث کو آپ چھوڑیں اور جو حقیقت ہے اس پر اُتر کر اس سے گفتگو کریں، لفظی بحث میں نہ الجھیں۔ وہ کافی عرصہ خط و کتابت جاری رہی۔ اس کے بعد چوہدری صاحب نے مجھے یہی بات دوبارہ خود کہی کہ وہ تو بالکل ناکارہ چیز تھی۔ کوئی اس میں شرافت، حیا نہیں، صرف لفظی چالاکیوں میں پھنسا ہوا تھا۔

اس لئے اول تو یہ بھی درست نہیں ہے کہ خدا نے صرف فعل کی صورت میں اپنے کلام کا اظہار فرمایا ہے کَلِمَاتٍ کہتا ہے جب، ہر چیز کو کَلِمَه کہتا ہے۔ تمام کلمات اس سے نکلتے ہیں تو یہ فعل نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿قُلْ لَوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمَاتِ رَبِّيْ﴾ اب یہ کَلِمَات فعل تو نہیں ہے۔ اللہ کی طرف اسم منسوب ہوا ہے، جمع میں۔ ﴿لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمَاتُ رَبِّيْ وَ لَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا﴾ (سورۃ الکہف)

تو اللہ تعالیٰ کی صفت کلام جن معنوں میں اس آیت میں پیش ہوئی ہے وہی اس کی صفت کلام ہے جو کئی دفعہ تکلّم بھی اختیار کرتی ہے۔ ہر چیز جو مادے کی صورت میں تخلیق ہوتی ہے وہ بھی کلام سے وجود میں آتی ہے اور ان معنوں میں ﴿كُنْ فَيَكُوْنُ﴾ کا مضمون ہے جو اس پر مزید روشنی ڈال رہا ہے اور ہر وہ چیز جو ﴿كُنْ﴾ سے پیدا ہوتی ہے اس کے مالک کو، خالق کو یہ کہنا کہ وہ صفت کلام سے عاری ہے، یہ درست نہیں ہے۔

اگر اس طرح اللہ تعالیٰ کو کلیم کہا جاتا جیسے موسیٰ کو کلیم کہا گیا تھا تو ہم جو کلیم کے معانی سمجھتے ہیں اس کی رُو سے ہم اس وسیع مضمون کو پا ہی نہیں سکتے تھے۔ اور خاموشی ہے جو زیادہ کلام ہے اور اکثر کلام خاموشی میں بول رہا ہے اور یہ ہے کلام الٰہی۔ وہ کبھی کبھی گنگنانے بھی لگتا ہے اور وہ چند لمحات ہیں جن کو فعل میں ذکر فرمایا گیا ہے۔ اس کا Mechanism کیا ہے۔ وہ بھی اس میکینزم (Mechanism) سے مختلف ہے جو ہماری آواز کا میکینزم (Mechanism) ہے۔

امریکہ کی جو یونیورسٹی ہے نارتھ کیرولائنا کی، اُن کے پاس ایک انسٹی ٹیوٹ ہے جس میں پیرا سائیکالوجی میں ریسرچ ہو رہی ہے، بہت بڑی ریسرچ ہو رہی ہے۔ اب تک جتنا میرے علم میں پیرا سائیکالوجی کی جنرل ریسرچ ہے اس سے بہتر کہیں نہیں کیونکہ اس میں بعض نوبیل لاریئیٹس بھی ہوتے ہیں، فزسٹس (Physicists)، کیمسٹس اور ہر تجربہ کو وہ Scientists کی نگرانی میں کروا کر دکھاتے ہیں۔ وہاں جب میں گیا تو پہلے تو مجھے ان سے یہ تأثر تھا کہ میں اُن سے خطاب کروں گا

اُذْكُرُوْا مَحَاسِنَ مَوْتَاكُمْ

کپتان چوہدری عبدالرحمٰن صاحب (مرحوم)

(پروفیسر سمیع طاہر۔ کینیڈا)

مکرم کپتان چوہدری عبدالرحمٰن صاحب آف دھوریہ، تحصیل کھاریاں ، ضلع گجرات مقیم شمالی چھاؤنی لاہور ۹؍نومبر ۲۰۰۲ء کو بعد دوپہر تین بجے بقضائے الٰہی رشید ہسپتال، ڈیفنس ہاؤسنگ سوسائٹی لاہور چھاؤنی میں چھیاسی سال کی نہایت فعال اور کامیاب زندگی گزارنے کے بعد وفات پاگئے۔ انّالِلّٰہِ وَاِنّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

آپ موصی تھے۔ ربوہ میں ۱۰؍نومبر کو بہشتی مقبرہ میں آپ کی تدفین عمل میں آئی۔

کپتان چوہدری عبدالرحمٰن مرحوم ۱۹۱۴ء میں موضع دھوریہ (کھاریاں سے ۴ میل دور منڈی بہاؤالدین ، سرگودھا روڈ پر ایک قصبہ) میں علاقہ کے ایک معزز احمدی زمیندار چوہدری سلطان علی گورسی کے گھر پیدا ہوئے۔ سارے تعلیمی مدارج نہایت اعلیٰ اعزاز کے ساتھ طے کئے۔ ان کے قریبی عزیز اور ہم جماعت بریگیڈئر صاحبداد خان آف پنچن کسانہ بیان کرتے ہیں کہ کپتان صاحب نے پانچویں ، آٹھویں اوردسویں تک ہر تعلیمی مرحلہ میں اعلیٰ کارکردگی کے وظائف حاصل کئے اور ہم جماعت طلباء میں ہمیشہ نمایاں اور ممتاز رہے۔ زمیندارہ ہائی سکول گجرات سے میٹرک پاس کرنے کے بعد زراعتی کالج لائیلپور (جو بعد میں ایگریکلچر یونیورسٹی لائلپور، اب فیصل آباد کہلایا) میں داخل ہوئے۔

ابتدائی خاندانی حالات

کپتان صاحب نے اپنی زندگی میں بڑے نشیب وفراز دیکھے۔ برصغیر پاک وہند کے قدیم و جدید شہر دیکھے، ملکوں ملکوں کی سیر کی ، گھاٹ گھاٹ کا پانی پیا، اپنی زندگی کے ان تجربات کو انہوں نے ڈائریوں میں تحریر کیا۔ احباب جماعت وعزیزواقرباء میں بیان کیا اور اپنے خطوط میں لکھا ہے۔

ایک خط میں ،جو انہوں نے ۱۰؍جون ۱۹۹۱ء کو اپنی صاحبزادی محترمہ ذکیہ جاوید کے نام تحریر کیا، لکھتے ہیں:

THOMPSON & CO SOLICITORS
Consult us for your legal requirements
such as Immigration & Nationality,
Conveyancing & Employment,
Welfare Benefits, Personal Injury,
Family & Ancillary Proceedings,,
Wills & Probate, Criminal Litigation .
Contact:
Anas A.Khan, John Thompson Solicitors
1st floor 48 Tooting High Street
London SW17 0RG
Tel: 020 8333 0921+020 8767 5005
Fax: 020 8871 9398
Mobile: 0780-3298065

”میرے دادا کا نام کرم دین تھا۔ ان کی پیدائش کا سال قریباً ۱۸۵۰ء ہے۔ وہ غالباً ۱۸۹۸ء میں احمدی ہوئے۔ ان کا پیشہ زمینداری تھا۔ کھیتی باڑی میں جانور پالنا بھی شامل تھا۔ اس زمانہ میں اکثر لوگ دیانتدار ، سچ بولنے والے ، نماز روزے کے پابند ہوتے تھے۔ سادہ خوراک کھاتے تھے، سادہ رہائش ہوتی تھی۔ اتفاق محبت سے رہتے تھے، لالچی یا جھگڑالو نہ ہوتے تھے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مسیح اور مہدی ہونے کا اعلان کیا اور ۲۳؍مارچ ۱۸۸۹ء کو جماعت احمدیہ میں شمولیت کی بیعت لی۔ پرانی اسلامی پیشگوئیاں تھیں کہ یہی زمانہ اسلام میں ایک ریفارمر کے آنے کا تھا۔ ہمارے دادا کے دوست حافظ احمد دین بڑے بزرگ اور عالم دین تھے وہ بھی احمدی غالباً ۱۸۹۸ء میں ہوئے۔ ہمارے دادا صاحب ان کی صحبت کی وجہ سے احمدی ہوگئے۔ ہمارے دادا صاحب ۱۹۲۰ء میں وفات پاگئے۔ اس وقت ان کی عمر قریباً ۷۰ سال تھی۔ ان کی زندگی میں ہی میری دادی صاحبہ، میرے والد صاحب، چچا صاحب، میری والدہ صاحبہ اور میری پھوپھیاں احمدی ہو گئی تھیں۔ باقی ہم سب بہن بھائی پیدائشی احمدی ہیں۔ پورے گاؤں میں اور کوئی احمدی میرے دادا صاحب کی زندگی میں نہیں تھا۔ بعد میں تین خاندان مزید احمدی ہوئے۔

میری عمر پانچ یا چھ سال تھی جب میرے دادا فوت ہوئے۔ مَیں کبھی کبھی ان کے ساتھ گھوڑی پر بیٹھ کر یا پیدل باہر کھیتوں یا مویشیوں کی دیکھ بھال کے لئے جایا کرتا تھا۔ اس زمانے کی کوئی چیز بطور یادگار ہمارے پاس نہیں ہے۔ پرانے مکان گرا کر نئے مکان بنائے گئے ہیں۔ اس زمانے میں پرانی چیزیں بطور یادگار رکھنے کا رواج نہیں تھا۔ موجودہ نسل کے لوگ نہیں سمجھ سکتے کہ وہ زمانہ کتنا عجیب تھا۔ لوگ بہت سادہ رہتے تھے، زمیندار کھیتی باڑی کرتے تھے، پیشہ ور لوگ لوہار، ترکھان ، کمہار ، نائی، دھوبی وغیرہ خدمت کرتے تھے۔ ان کو اناج ، چارہ وغیرہ زمیندار دیتا تھا۔ روپیہ پیسہ کی ضرورت نہ تھی۔ نہ کوئی امیر تھا، نہ کوئی غریب تھا۔ سب مل کر رہتے تھے۔ مٹی کے کچھ مکانات ہوتے تھے۔ لوگ ایک دوسرے کی مدد کرتے تھے اور بہت خوش رہتے تھے۔ اگر کوئی جھگڑا ہوتا تو گاؤں کی پنچایت فیصلہ کرتی تھی۔ مَیں نے اس زمانے کی جھلک دیکھی تھی، اب وہ زمانہ کبھی نہیں آئے گا“۔

کپتان صاحب بیان کیا کرتے تھے کہ پون صدی پہلے پنجاب کے لوگ (مسلمان) زیادہ تر سبزیوں اور دالوں کا استعمال کرتے تھے ، گوشت کبھی کبھار اور بہت کم لوگ کھاتے تھے۔ ایک دن بریگیڈئر صاحب داد خان کے گھر میں بکرے کا ایک سیر گوشت آیا تو پورے گاؤں میں اس بات کا چرچا تھا کہ آج ذیلداروں کے گھر گوشت پکا ہے۔ شادی بیاہ کے موقعہ پر بارات جب دلہن کے گھر جاتی تو مسور کی دال اور تنور کی روٹیوں سے تواضع کی جاتی تھی۔ زمین پر بیٹھ کر لوگ کھانا کھاتے تھے۔ دریاں بچھانے کا بھی رواج نہ تھا۔ کھانا کھانے کے بعد تمام باراتی لڑکی کے ورثاء کو فی کس دو یا چار آنے (۲۵ پیسے) ادا کرتے تھے۔ اگر لڑکی کا باپ بڑا زمیندار ہوتا تو کھانے میں حلوہ یا کھیر کو شامل کر لیا جاتا۔ البتہ دولہا کی طرف سے ولیمہ کی دعوت پر فراخدلی سے مہمانوں کو مدعو کیا جاتا تھا لیکن کھانا سادہ ہی ہوتا تھا۔

فوجی ملازمت اور سرگرمیاں

فیصل آباد زراعتی کالج کی تعلیم کپتان صاحب کے مزاج کے مطابق نہ تھی۔ چنانچہ ۱۹۳۲ء میں فوج میں بھرتی ہو گئے۔ اس وقت ان کی عمر ۱۸ سال تھی۔ فوجی ملازمت کے دوران ان کا پہلا سٹیشن میرٹھ تھا۔ اس کے بعد الہ آباد ، سکندر آباد ، دہلی ، جہلم ، لاہور اور ملیر (کراچی) چھاؤنیوں میں مقیم رہے۔ وہ جہاں بھی رہے مقامی جماعت اور افراد جماعت سے قریبی رابطہ رکھتے تھے۔ دکن میں سیٹھ عبداللہ الہ دین صاحب سے ان کے قریبی مراسم تھے۔ سکندر آباد میں حضرت مولوی یعقوب علی صاحب عرفانیؓ سے بھی دوستانہ تعلقات تھے۔ ان دنوں قائداعظم جو ابھی مسٹر محمد علی جناح کہلاتے تھے ، سکندر آباد میں نواب صاحب سے ملنے آیا کرتے تھے۔ کپتان صاحب کے دل میں قائداعظم سے ملنے کا بہت شوق تھا۔ مولانا عرفانی صاحبؓ سے ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا آئندہ جب بھی قائداعظم سکندر آباد آئے تو آپ کی ملاقات کرا دیں گے۔

انہی دنوں قائداعظم سکندر آباد تشریف لائے تو عرفانی صاحب نے کپتان صاحب کو اطلاع دی۔ کپتان صاحب اس ملاقات کے بارہ میں اکثر بتایا کرتے تھے۔ ملاقات میں قائداعظم کے ساتھ محترمہ فاطمہ جناح بھی موجود تھیں۔ قائداعظم نے برٹش آرمی سے متعلق کئی سوالات پوچھے ، دیسی سپاہیوں خصوصاً مسلمانوں کے ساتھ انگریز افسروں کا رویہ بھی زیر بحث آیا۔

انہی دنوں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ سکندر آباد تشریف لائے تو مقامی احباب نے کپتان صاحب کے بارہ میں حضور انور کو بتایا کہ عبدالرحمٰن صاحب کو تبلیغ کا بہت شوق ہے۔ اس پر حضور انور نے اپنے گلے کے ہاروں میں سے ایک ہار اتار کر آپ کے گلے میں ڈال دیا۔ تازہ گلاب کے پھولوں کا ہار آپ چھٹی پر آئے تو ساتھ لائے ، ادھر گاؤں میں آپ کی شادی کی تیاریاں مکمل تھیں۔ شادی والے دن آپ نے حضور انور کا عطا کردہ ہار پہن رکھا تھا۔ آپ بتایا کرتے تھے کہ انہی دنوں الحاج چوہدری بشیر احمد صاحب آف سماعیلہ (برادرم مولانا چوہدری منیر احمد صاحب مبلغ سلسلہ امریکہ کے والد محترم) کا نکاح ہوا تو انہوں نے بھی کپتان صاحب والا ہار پہنا۔

اوصاف حمیدہ

کپتان عبدالرحمٰن اوائل عمر سے ہی اوصاف حمیدہ کے حامل اور صالح کردار کے مالک تھے۔ ان کے بچپن کے دوست ، مربی اور رہنما حضرت مولوی سعدالدین صاحب آف کھاریاں تھے۔ انہوں نے کپتان صاحب کا نام لال خان سے بدل کر عبدالرحمٰن رکھا تھا۔ یہ ہائی سکول کے دور کا واقعہ ہے۔ اس دور کی ایک یادگار آڑے وقت کی دعائیں تھی۔ ایک گتّے پر قرآن کی دعائیں خوش خط لکھ کر رکھی گئی تھیں۔ یہ دعائیں کپتان صاحب کے گھر میں عرصہ تک محفوظ رہیں اور پھر بچوں کو یاد کرائی گئیں۔

ربوہ میں قیام کے دوران کپتان صاحب اپنے بیٹوں کو بزرگان سلسلہ سے ملانے کے لئے لے جایا کرتے تھے۔ ان بزرگوں میں حضرت مولانا جلال الدین صاحب شمسؓ، حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب جالندھری اور حضرت قاضی نذیر احمد صاحب لائیلپوری قابل ذکر ہیں۔ وہ نصیحت کیا کرتے تھے کہ بزرگان سے ملو تو دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کیا کرو۔

کپتان صاحب نہایت سادہ مزاج اور سلجھی ہوئی عادتوں کے مالک تھے، نہایت مہمان نواز اور ملنسار تھے۔ تصنع اور بناوٹ سے کوسوں دور رہنے والے تھے۔ زندگی میں بڑے بڑے مشکل دور آئے، کبھی زبان پر شکوہ کا کلمہ نہ آیا، ہمیشہ راضی برضا رہے، ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے والے تھے۔ کسی دوسرے کو مشکل اور پریشانی میں پاتے تو حتی المقدور مدد کرتے اور تسلی و ہمدردی کے الفاظ سے ڈھارس بندھاتے ، دعا کرنے کی تلقین کرتے ، احباب جماعت کثرت سے آپ کو دعا کے لئے کہا کرتے تھے۔

دینی غیرت وجذبۂ ایمانی

کپتان عبدالرحمٰن صاحب اوائل عمر ہی سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور سلسلہ عالیہ احمدیہ سے سچی محبت اور عقیدت رکھتے تھے اور خلفاء وقت کی ہر تحریک پر لبیک کہنے والے تھے۔ ان کے بچپن کا مشہور واقعہ ہے کہ وہ ابھی نہم جماعت کے طالبعلم تھے کہ گاؤں کا ایک غیر از جماعت مولوی جو سلسلہ احمدیہ سے دشمنی میں شہرت رکھتا تھا، گاؤں کی مسجد میں تقریر کرنے

آیا۔ کپتان صاحب اپنے دوستوں کے مجبور کرنے پر مولوی صاحب کی تقریر سننے چلے گئے۔

مولوی صاحب حسب روایت حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور جماعت احمدیہ پر کیچڑ اچھالنے لگے تو نوعمر عبدالرحمٰن اپنے آقا مسیح موعودؑ کی ذات پر کھلے حملوں کو برداشت نہ کرسکا۔ انتہائی جوش کے عالم میں اٹھ کھڑے ہوئے اور مولوی صاحب کو خاموش ہوجانے کے لئے کہا اور پھر کہا: ''ہمارے دیہاتی ماحول کارواج ہے کہ کنجری جب سر محفل ہیر نہ سنائے تو لوگ اسے کنجری نہیں کہتے اسی طرح اگر مولوی احمدیت پر کیچڑ نہ اچھالے تو لوگ اسے مولوی نہیں سمجھتے لیکن اے مولوی، خدا اپنے پیارے بندوں کو برا بھلا کہنے والوں کو معاف نہیں کیا کرتا، ان کا انجام بہت بُرا ہوتا ہے''۔

بات بڑھتی دیکھ کر کپتان صاحب کے دوست انہیں مسجد سے باہر لے گئے۔ خدا کا کرنا یہ ہوا کہ وہ مولوی چند روز بعد ایک حادثہ میں مر گیا اور گاؤں میں ایک عرصہ تک اس ایمان افروز واقعہ کا چرچا رہا۔

سکندر آباد میں جب پہلی دفعہ جانا ہوا تو ایک یکّہ بان سے ملاقات ہوئی۔ کپتان صاحب نے انگریزی اور دیسی افسروں کی روایت کے خلاف پسند نہ کیا کہ ایک انسان گاڑی میں بیٹھا ہو اور ایک دوسرا انسان گاڑی کو کھینچ رہا ہو۔ کوچوان نے بڑا اصرار کیا کہ یہ پنجابی افسر گاڑی میں بیٹھ جائے لیکن جب تکرار بڑھ گیا تو کپتان صاحب نے پوچھا کہ تم میرا سامان گاڑی میں رکھ لو میں تمہارے ساتھ پیدل چلوں گا۔ کوچوان کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ وہ کہنے لگا اصل بات یہ ہے کہ میرے مرشد پنجاب کے رہنے والے ہیں اور میرے حالات ایسے نہیں کہ پنجاب جاسکوں اور وہاں جاکر اپنے مرشد کے خلیفہ میاں محمود کی زیارت کرسکوں۔ آپ پنجاب سے آئے ہیں آپ کو یکّہ پر بٹھا کر سمجھوں گا کہ میں نے اپنے مرشد کے ہم وطن کی خدمت کی ہے۔ کپتان صاحب نے کوچوان کو روک کر گلے سے لگالیا اور اسے بتایا کہ وہ اسی مرشد کے پیرو ہیں جس کے تم مرید ہو۔ اور تمہیں یہ سن کر خوشی ہوگی کہ حضرت صاحب بہت جلد سکندر آباد آنے والے ہیں۔ کپتان صاحب جب بھی سکندر آباد کے اس احمدی یکّہ بان کا ذکر کرتے تو ان کی آنکھیں نمناک ہوجاتیں۔

قید اور معجزانہ رہائی

کپتان عبدالرحمٰن کی شادی ہوئی تو دوسری عالمگیر جنگ چھڑ گئی۔ دوران جنگ سنگاپور کے محاذ پر وہ ان قیدیوں میں شامل تھے جو جاپانیوں کے قبضہ میں تھے۔ دوران قید وہ خندق کھود کر چند دیگر ساتھیوں کے ساتھ فرار ہوگئے۔ جنگلوں اور ویرانوں میں ایک طویل عرصہ بھٹکنے کے بعد جب وہ دہلی پہنچے تو انہیں ایک غلط فہمی کی بنا پر لال قلعہ دہلی کے زیر زمین قید خانہ میں ڈال دیا گیا۔ غلط فہمی یہ تھی کہ سنگاپور میں قید کے دوران ان کچھ افسروں اور جوانوں کا رابطہ سبھاش چندر بوس سے تھا اور وہ آزاد نیشنل آرمی کے رکن بن گئے تھے۔ کپتان صاحب اور ان کے ساتھ نظر بند قیدیوں پر مقدمہ چلایا گیا۔ بہت سے قیدیوں کو مقدمہ کے فیصلہ کے نتیجہ میں فائرنگ سکواڈ کے سپرد کر کے موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ جبکہ کپتان صاحب باعزت بری ہوگئے۔

کپتان صاحب بیان کرتے ہیں کہ لال قلعہ میں قید میں تھا کہ رمضان کا مبارک مہینہ شروع ہوگیا۔ جامع مسجد دہلی سے اذان کی آواز قلعہ کے اندر آتی تھی لیکن روشنی کا گزر نہ تھا۔ ایک شام کپتان صاحب نے ڈیوٹی پر مامور سنتری سے کہا کہ رات کو ایک دو چپاتیاں زیادہ دے دینا صبح مَیں نے روزہ رکھنا ہے۔ رات کا کھانا آیا تو کپتان صاحب نے کچھ کھانا بچا کر رکھ لیا۔ سحری کے وقت جب کھانا کھانے لگے اور سالن میں پہلا لقمہ لیا تو ان کی انگلیوں میں بیسیوں چیونٹیاں چڑھ آئیں۔ ایسے ہی انہوں نے سالن پرے کردیا اور روٹی جھاڑ کر پانی کے ساتھ کھالی اور فجر کی اذان کے بعد جب خدا کے حضور سجدہ ریز ہوئے تو اس کا شکر ادا کرتے ہوئے یہ الفاظ زبان پر آئے: اے میرے رب! مَیں تیرا عاجز بندہ تیرا شکر کرتا ہوں کہ تو نے مجھے رزق دیا اور اس قابل ہوا کہ رمضان المبارک کے روزے رکھ سکوں۔ اگر تو مجھے یہ رزق ہی نہ دیتا تو مَیں کیا کرسکتا تھا...... اور پھر سجدہ ایسے ہی روز تر ہوتی رہی۔ ایسے پریشان لمحات زندگی میں بھی زبان پر شکوہ یا شکایت کا کوئی کلمہ نہ آیا اور انتہائی صبر اور استقامت کا مظاہرہ کیا البتہ نمازوں میں سوز و گداز بڑھ گیا...... وہ مجھے اکثر بتایا کرتے تھے کہ جو سرور اور لطف زمین دوز قید تنہائی میں مجھے نمازوں میں آتا تھا اس کو مَیں بیان نہیں کرسکتا۔ یہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا مجھ پر خاص احسان تھا کہ میری پوری توجہ نماز اور روزہ میں مرتکز ہوگئی تھی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے کے صبر اور استقامت کو شرف قبولیت بخشا اور آپ باعزت بری ہو کر اپنے گھر آئے، اہل خاندان کی خوشیوں کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا۔

ربوہ میں آمد، ملازمت ثانی

کپتان عبدالرحمٰن صاحب ۱۹۵۳ء میں ۳۰ سال کی عمر میں ریٹائر کردیے گئے۔ دل میں بڑا شوق تھا کہ مرکز سلسلہ ربوہ میں رہائش اختیار کریں۔ ربوہ میں آگئے۔ اب بزرگان سلسلہ کی صحبت میں وقت گزرنے لگا۔ گزر بسر کے لئے ربوہ میں لکڑی کا ٹال لگایا۔ کچھ عرصہ آڑھت کا پیشہ اختیار کیا ایک میڈیکل سٹور میں بھی حصہ ڈالا لیکن ان میں سے کوئی کام اچھا نہ لگا۔

۱۹۵۷ء میں فوج میں سویلین آفیسرز بطور سیکورٹی آفیسر لگانے کا اشتہار دیکھا تو عرضی بھجوادی۔ انٹرویو کرنے والے ان کے ماتحت افسر رہ چکے تھے، اب بڑے افسر تھے۔ پوچھنے لگے کپتان صاحب چار سال کیا کرتے رہے، بتایا فوج والوں نے قبل از وقت ریٹائر کیا تو کچھ پیسے دیئے تھے وہ کھاتا رہا اب وہ ختم ہوگئے ہیں تو پھر حاضر ہوگیا ہوں۔

کپتان صاحب آرڈیننس میں سیکورٹی آفیسر بن کر کوئٹہ چلے گئے۔ چھ سال بعد ۱۹۶۳ء میں لاہور ٹرانسفر ہوئے۔ وہ کہا کرتے تھے کہ قدرت مہربان تھی اور اللہ تعالیٰ کی کرم فرمائی تھی جو مجھ ایسے نالائق انسان کو اس نے لاہور بھیجا۔ یہاں آکر میرے نو بچے کالجوں اور یونیورسٹیوں میں پڑھ کر اس قابل ہوئے کہ اپنے پاؤں پر کھڑے ہوسکیں۔

جماعتی ذمہ داریاں

کپتان صاحب تحریک جدید کے دفتر اول کے مجاہد تھے۔ انہوں نے ۲۲ سال کی عمر میں وصیت کی تھی اور آخری دم تک وصیت کی تمام شرائط کے عین مطابق زندگی بسر کی۔ کپتان صاحب لاہور آئے تو لاہور چھاؤنی کے سیکرٹری مال بنائے گئے جہاں ہر جماعتی تحریک میں پیش قدمی کا مظاہرہ کرتے تھے۔ دوسروں کو بھی بڑی حکمت و دانائی سے تحریک کرتے تھے۔ لاہور میں ان کے احباب میں سے میجر لطیف احمد صاحب، نائب امیر جماعت احمدیہ لاہور، میجر محمد عبداللہ مہار صاحب مرحوم، بریگیڈئر نصیر احمد شاہ صاحب مرحوم، میاں شریف احمد صاحب سابق سیکرٹری حکومت پنجاب، میجر محمد نذیر بھٹی صاحب قابل ذکر ہیں۔ لاہور چھاؤنی تقسیم در تقسیم ہوتا رہا لیکن کپتان صاحب بدستور سیکرٹری مال رہے۔ لاہور چھاؤنی کے آٹھ حلقوں میں سے ایک شمالی چھاؤنی بنا تو کپتان صاحب اس حلقہ کے بھی ۱۵ سال تک سیکرٹری مال رہے۔ شمالی چھاؤنی اپنی کارکردگی کے لحاظ سے ہمیشہ ایک مثالی حلقہ رہا۔ ایک زمانہ میں میجر محمد عبداللہ مہار صاحب (صدر) اور کپتان عبدالرحمٰن صاحب (سیکرٹری مال) کی جوڑی مثالی جوڑی سمجھی جاتی تھی۔ آج بھی پرانے لوگ اس جوڑی کو یاد کرتے ہیں۔

حصہ آمد کی ادائیگی

کپتان صاحب نے ۱۹۳۶ء میں وصیت کی تھی۔ ان کا نمبر وصیت ۴۴۰۳ تھا۔ وہ تمام لازمی و طوعی چندے خصوصاً حصہ آمد کی ادائیگی میں بڑے باقاعدہ تھے۔ مجھے خود بھی شمالی چھاؤنی کا دس سال تک سیکرٹری مال رہنے کا موقع ملا ہے۔ اس حلقہ میں ۴۰ سے زیادہ موصی ہر دور میں رہے ہیں۔ مَیں نے کسی اور موصی کا اتنا اعلیٰ ریکارڈ نہیں دیکھا۔ ہمیشہ فاضلہ رہا۔ ایک موقعہ پر مرکز نے ان کا بقایا نکالا۔ کپتان صاحب نے اپنا ریکارڈ مرکز بھجوایا۔ پھر مرکز کی طرف سے جواب آیا کہ آپ کا حساب درست ہے۔ معذرت کا خط ان کی فائل میں آج بھی موجود ہے۔ کپتان صاحب نے اپنی وفات سے ایک سال قبل یہ فائل میرے سپرد کردی تھی۔

جس روز کپتان صاحب کی وفات ہوئی (۹/نومبر ۲۰۰۲ء) نومبر کا چندہ ادا کردیا تھا۔ یکم نومبر کو تحریک جدید کا نیا سال شروع ہوتا ہے۔ کپتان صاحب کا تحریک جدید کا سال ۲۰۰۱-۲۰۰۲ء کا چندہ ادا ہوچکا تھا۔ ان کا حصہ آمد، حصہ جائیداد کا سارا حساب آئینہ کی طرح صاف و شفاف تھا۔

سرکاری واجبات کی ادائیگی بھی بروقت اور پوری احتیاط سے کیا کرتے تھے۔ چند سال پہلے کی بات ہے کہ مجھے کہنے لگے کہ آرڈیننس کے پوسٹ آفس سے جا کر ریڈیو کا لائسنس بنوا لاؤ۔ مَیں متعلقہ پوسٹ آفس گیا تو ڈاکخانہ کے پوسٹ ماسٹر نے کہا کہ کون ہے جو ان دنوں ریڈیو کا لائسنس بنواتا ہے؟ مَیں نے بتایا کہ کپتان عبدالرحمٰن۔ وہ کپتان صاحب کا نام جانتا تھا۔ کہنے لگا لائسنس بک ختم ہے پرانا لائسنس چھوڑ جاؤ۔ مَیں آپ کے گھر ایک دو روز تک لائسنس بنا کر بھجوا دوں گا۔

اسی طرح ایک دفعہ کپتان صاحب کہنے لگے کہ بریگیڈئر چوہدری بشیر احمد کی کوٹھی کا کرایہ کنٹونمنٹ بورڈ والوں نے بھجوادیا۔ انکم ٹیکس کے دفتر جا کر کرایہ پر انکم ٹیکس ادا کر آنا۔ مَیں وہاں گیا تو ہمارے حلقہ سے متعلق انکم ٹیکس آفیسر مجھے حیران ہو کر دیکھنے لگا۔ مَیں نے اس حیرت کی وجہ پوچھی تو مجھے کہنے لگا کہ لوگ اپنے کاروبار اور آمدنیوں پر ٹیکس ادا نہیں کرتے آپ ایک کوٹھی کے کرایہ پر انکم ٹیکس دینے آئے ہیں۔ مَیں نے اسے بتایا کہ کپتان عبدالرحمٰن صاحب اپنے اصولوں کے آپ مالک ہیں، وہ بے اصولی کو پسند نہیں کرتے۔

کپتان صاحب سادہ زندگی بسر کرتے تھے۔ گھر میں دولت کی ریل پیل اگرچہ نہ تھی لیکن تنگدستی بھی نہ تھی۔ وہ ہر کسی سے خندہ پیشانی سے ملتے تھے اور اپنے بچوں کو بھی ایسا کرنے کی نصیحت فرمایا کرتے تھے۔

۱۹۷۴ء میں کپتان صاحب کی اہلیہ محترمہ اچانک وفات پاگئیں۔ یہ بڑے امتحان کا وقت تھا۔ نو بچوں کا ساتھ اور ان کی ضرورتیں...... انہوں نے صبر و شکر سے تنہا ساری ذمہ داریاں نبھائیں۔ تمام بچوں کو تعلیم دلائی پھر سب اپنے پاؤں پر کھڑے ہوئے تو ان کی شادیاں کردیں اور یوں وہ سرخرو ہوئے۔

◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆

لیکن وہ خطاب محض تعارفی تھا۔ مجھے انہوں نے ایک سمپوزیم قسم کے فنکشن میں شامل رکھا اور یہ کہا کہ اس میں طلباء کی طرح تم بھی بیٹھو اور جو چاہتے ہو کہو۔اس کا پسِ منظر یہ ہے کہ ان کے جو سیکولر لوگ بھی ہیں وہ اسلام کے خلاف متعصب ہیں۔ اس سمپوزیم سے پہلے مجھے دعوت یہی دی گئی تھی کہ آکے اُن سے خطاب کرو کیونکہ میرا تعارف کسی امریکن احمدی نے اُن سے کروایا تھا کہ اس کو اس مضمون سے دلچسپی ہے تو اس پہلو سے آپ کے لئے فائدہ مند ہو گا۔ اس سے گھنٹہ ڈیڑھ پہلے وہ مجھے آکے ملا اور گفتگو شروع کی اور ہندو فلاسفی اور کئی قسم کے ایسے چکر اس نے چلانے کی کوشش کی۔ جب میں نے اس کو جواب دیا اور بالکل لاجواب ہو گیا تو اس وقت اس نے فیصلہ کیا کہ اس کا لیکچر نہیں کروانا۔ مگر وہاں مجھے موقعہ مل گیا۔ وہاں اس پہلو سے جب میں نے روشنی ڈالی تو تمام طلباء سو فیصد اپنے پروفیسرز اپنے دوسرے خطاب والوں کو چھوڑ کر میرے گرد اکٹھے ہوگئے کہ یہ جو نقطہ ہے آج تک ہم نے نہیں سنا تھا، یہ ہمیں سمجھاؤ۔ اور پروفیسر نے کہا کہ کلاس ختم تو پھر بھی لوگوں نے کہا ختم ہو گئی ہے لیکن ہم نے یہیں رہنا ہے اور کلاس ختم ہونے کے بہت لمبا عرصہ تک بعد میں باتیں کرتے رہے جو مضمون میں بتا رہا ہوں یہ ہے اصل جس کی وجہ سے اُن کی آنکھیں کھل گئیں۔

اُن کو میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ جو کلام فرماتا ہے جو ہمیں تمام مذاہب میں ملتا ہے اس کلام کے لئے اگر کوئی Receiving Set خدا تعالیٰ نے انسان میں نہ پیدا کیا ہو تو وہ کلام ہو ہی نہیں سکتا اور پھر وہ مخصوص کلام نہیں ہو سکتا۔ کسی ایک بندے سے۔ جس کا ریسیونگ سیٹ ON ہو گا اس Vibration کے اوپر جس میں اللہ تعالیٰ نے ایک پیغام پہنچانے کا فیصلہ کیا ہے وہی اس آواز کو سنے گا اور اس کے اردگرد کسی کے خواب وخیال میں بھی نہیں آئے گا۔ اور اس کے لئے دماغ کے اندر جو میکینزم (Mechanism) ہے وہ ایک ایسا ہے جو بعض دفعہ اپنے طور پر بھی انگیخت پا جاتا ہے اور اس کے نتیجہ میں کچھ تجارب تمہیں ہوتے ہیں جس کا نام تم نے پیرا سائیکالوجی رکھا ہے۔

پیرا سائیکالوجی اور اس کا فرق یہ ہے کہ دوسری طرف سے کوئی نہیں بول رہا سوائے اس کے کہ ایک انسان اتنی مشق حاصل کر لے کہ اپنے خیالات میں ڈوبے تو اس کی طاقت کی لہریں، فزیسٹ (Physicist) کے علم میں جو بھی طاقتیں ہیں، لہروں کے ذریعہ یا دوسرے ذرائع سے ایک بات کو دوسرے تک منتقل کرنے کا اُن سے بالا کوئی اور ذریعہ بنتا ہے جس سے یہ لہریں چلتی ہیں، ٹیلی پیتھی ضروری نہیں ہے۔ ٹیلی پیتھی تو صرف پیغام دینا ہے نا؟ یہ متأثر ہو کے بعض دفعہ کہتے ہیں گھروں میں آگیں بھی لگ جاتی ہیں اور ایک شخص کے ساتھ اس کی ایسی طاقتیں پیدا ہو جاتی ہیں جو بجلیوں کے اوپر اثر انداز ہو جاتا ہے، کئی قسم کی چیزیں ہیں۔ اس لئے میں ٹیلی پیتھی کا لفظ استعمال نہیں کر رہا۔ اندرونی طاقت کا دوسری طرف انتقال، یہ انسان کو محدود طور پر حاصل ہو چکا ہے۔ تجرباتی طور پر بتانے کے لئے کہ ایسا ممکن ہے ۔ وہ جو پیغام پہنچتا ہے دوسرے تک وہ بہت ہی کمزور لہروں کے ذریعہ پہنچتا ہے ۔ کئی دفعہ جو اس کے تجربے کئے گئے ہیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ وہ قریب قریب پہنچا ہے۔ اس نے لکھا ہے کہ ایسی کوئی بات ہے لیکن جب پتہ لگا تو صرف یہ ثابت ہو سکا کہ اُس نے اس کا پیغام ضرور سنا ہے ورنہ اتنا قریب نہیں آسکتا تھا۔ تو یہاں تک بھی ابھی Conjectures کی دنیا ہے۔

جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک بہت بڑی طاقت کے اُوپر یہ لہریں چلائی جاتی ہیں تو اُس کو انسانی تعریف میں کلام کہہ ہی نہیں سکتے۔ اس کو بھی کلام نہیں کہہ سکتے جو پیرا سائیکالوجیکل ذرائع ہیں۔ اپنی بات، اپنے مضمون، اپنی طاقت کو دوسروں تک منتقل کرنا اس کو کلام نہیں کہا جاتا۔ تو اس لئے اللہ تعالیٰ ان معنوں میں کلیم نہیں ہے ۔ کیونکہ اُس کے دوسرے ذرائع ہیں جن کے ذریعہ وہ اپنا مقصد ایسے شخص کو پہنچاتا ہے جس کو اُس نے پہلے ہی سے اُس مقصد کو سمجھنے اور اسے Receive کرنا یعنی اُسے حاصل کرکے اس کے معنی سمجھنے کی طاقت بخشی ہوئی ہے۔ اکثر یہ خالی سیٹ پڑے ہوئے ہیں۔ زیادہ سے زیادہ حرکت کرتے ہیں ایسی شکل میں جس کو Clairvoyance کہتے ہیں ۔ آپ ایک شخص کے قریب بیٹھیں تو بعض دفعہ خاموشی میں بھی اس کے خیالات آپ تک پہنچ جاتے ہیں اسی لئے صحبتِ صالحین کا ذکر ہے ۔ یہ عام سلسلہ جاری ہے۔ روزمرہ کی انسان کی زندگی کا تجربہ ہے اس کے لئے کسی بڑا پیرا سائیکالوجسٹ ہونے کی ضرورت نہیں ہے ۔ تو روزمرہ کچھ نہ کچھ حرکت میں آتا ہے جس طرح کرسٹل سیل Crystal Cell ریڈیو جب ریڈیو سٹیشن کے بالکل قریب ہو تو وہ چل پڑتا ہے حالانکہ اس میں نہ بجلی ہے نہ کوئی اور چیز اور ذرا سا دور ہٹ جائے تو ختم ہو جاتا ہے۔ تو یہ جو انسانی ذہن کی مخفی طاقتیں ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کے پیغام کو قبول کرنے کے لئے بنائی گئی ہیں ۔ اعلیٰ مقصد یہ ہے ۔ اور اسکے بغیر کھوکھے ہیں۔ کھوکھے سیٹ ہیں کرسٹل سیل Crystal Cell ہیں ۔ تھوڑے تھوڑے سے دائرے میں کچھ کام کرتے ہیں، کچھ کنفیوزڈ Confused آوازیں سنتے ہیں۔

یہی مضمون جب میں نے انہیں سمجھایا تو میں نے کہا کہ اب تمہیں سمجھ آئے گی کہ وحی الٰہی خدا کی طرف سے ہونے کے باوجود مختلف انبیاء کے کلام میں اتنا فرق کیوں ہے۔ اور بعض لوگ جب اس وحی کو سنتے ہیں تو ایسی زبان میں سنتے ہیں جو زبان درست بھی نہیں ہے۔ اس کی میں نے مثالیں بھی اُن کو دیں۔ اول سوال و جواب کی مجلس میں اتنی لمبی باتیں، اندازہ کرلیں، بالکل یکطرفہ لیکچر میں تبدیل ہو گئی تھی۔ اور جب پروفیسر دخل دینے کی کوشش کرتا تھا تو Student کہتے تھے، نہیں، ہم نے سننی ہیں یہ باتیں۔ میں نے اُن کو مثال دی ایک مثال مجھے یاد نہیں کہ اب یہ دی تھی کہ نہیں لیکن اکثر میں یہ مثال بھی دیا کرتا تھا۔ وقف جدید میں حافظ آباد کے ایک باباجی ہوا کرتے تھے جو اب وفات پا چکے ہیں کولمبس خان ان کا لڑکا بھی وقف جدید میں ہوا کرتا تھا اب تو جرمنی میں ہے۔ باقی بچے بھی ہیں ماشاء اللہ ۔ یہ نیک انسان تھے ان کو خوابیں بعض دفعہ ایسی آتی تھیں جو اُن کے نفس کی طاقت سے تو بہرحال بالا تھیں۔ مگر اُن کو الٰہی کلام ایک مولوی نہیں کہہ سکتا تھا۔ وجہ یہ تھی کہ عربی میں بات پہنچتی تھی اور ناقص عربی اور غلطیوں سے بھری ہوئی اور وہ ناقص عربی بھی اُن کی طاقت سے باہر تھی۔ اُن بیچاروں کا Receiving Set بہت کمزور سا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جب مشینری حرکت میں آتی ہے تو وہ دماغ ہی سے کام لیتا ہے۔

یہ بھی ایک حکمت ہے جو میں سمجھا رہا ہوں کہ اللہ کی صفات میں اُس کو کَلِیْم کیوں نہیں کہا گیا۔ وہ ہر انسان کے دماغ سے کام لیتا ہے اس کو Activate کرتا ہے۔ اور اس کی تمام صلاحیتوں کا اگر Sum ٹوٹل ناقص ہو اور رخنہ والا ہو تو ویسا ہی ہو گا لیکن اس کو جھوٹا نہیں کہا جاسکتا۔ کیونکہ انہوں نے مجھے بعض دفعہ اپنے ایسے الہام بتائے جو عربی زبان میں تھے جن کی اُن کو کچھ بھی سمجھ نہیں آئی۔ اور اُن کے لئے تو عجیب سی بات تھی لیکن اس میں ایک پیغام بھی تھا۔ جب میں نے ان کو بتایا تو وہ حیران رہ گئے کہ اچھا یہ بھی بات ہے ۔ اس لئے میں آپ کو بتا رہا ہوں کہ یہ جو فرق ہے یہ مُلّاں کے نزدیک، جاہل مُلّاں کے نزدیک تو ایک انسان کے جھوٹا ہونے کی دلیلیں ہیں۔ او ریہی رجحان جو ہے Crooked اور احمقانہ ، یہی بعض مستشرقین آجکل بھی قرآن پر حملے کرنے کے لئے استعمال کرتے ہیں کہ یہ گرامر کی رو سے یوں ہے ۔ ابھی آسٹریلیا سے مجھے کئی ایسے سوالات پہنچے تھے کہ ایک پادری ہے وہ بہت دندناتا پھرتا ہے کہ قرآن کریم کی گرامر میں یہ یوں ہے، یہ یوں ہے ۔ وہ اعتراض کرتے ہیں ہم جواب بھی دیتے ہیں مگر امر واقعہ یہ ہے کہ تمام انبیاء کی وحی میں اگر فرق ہے اور قرآن کریم کا یہ دعویٰ ہے کہ ہر وحی خدا ہی کی طرف سے ہے تو فرق کیوں ہے۔ کیونکہ Author کے بدلنے سے ہی فرق پڑتا ہے لکھنے والے کے بدلنے سے فرق نہیں پڑا کرتا۔ اگر Author ایک ہے تو وحی میں تبدیلی نہیں ہونی چاہئے۔ اگر Sets مختلف ہیں تو ہو سکتی ہے ۔ اس لئے اس کا تعلق اس مضمون سے ہے ۔ اگر کلام من وعن اللہ کی زبان سے نکلتا ، کوئی زبان ہوتی جس سے نکلتا، تو اس کے کسی غلط ہونے کا سوال ہی کوئی نہیں پیدا ہوتا تھا۔ بعینہٖ اسی طرح پہنچتا اور ہر نبی کی وحی، غیر نبی کی وحی بھی اسی شان کی ہوتی۔

یہ میں نے ان کو سمجھایا تو ان طلباء کی آنکھیں کھل گئیں۔ اُن میں بڑے سینئر طلباء بھی تھے اور صرف پیرا سائیکالوجی کے نہیں تھے بلکہ Physicists,Chemisits بھی تھے ۔ یہ شوقیہ آتے تھے اس کالج میں اور انہوں نے صاف کہا کہ ہم نے کبھی پیرا سائیکالوجی میں یہ مضمون نہ دیکھا، نہ پڑھا اور ایسا جو دل کو مطمئن کر رہا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے صفت کلیم کے حوالے سے مجھے یہ موقعہ مل گیا آپ کو بتانے کا۔

(باقی آئندہ)

منتخب اشعار

جلوہ اُن کا ہے مثل صبح امید
پھیر لیں رُخ تو شام ہو جائے

جسے کچھ فکرِ بیش و کم نہیں ہے
فرشتہ ہو تو ہو، آدم نہیں ہے

بھلا ماحول روشن ہو تو کیونکر
دلوں کی تیرگی کچھ کم نہیں ہے

ہے اُن کے حُسن کا عالَم نظر میں
نظر میں اب کوئی عالَم نہیں ہے

('شکست یاس' از سلیم شاہ جہانپوری)

F0ZMAN FOODS

A LEADING
BUYING GROUP
FOR GROCERS
AND C.N.T.SHOPS

2- SANDY HILL ROAD
ILFORD, ESSEX

TELEPHONE
0181-553-3611

الفضل ڈائجسٹ

(مرتبہ: محمود احمد ملک)

اس کالم میں ان اخبارات و رسائل سے اہم و دلچسپ مضامین کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے جو دنیا کے کسی بھی حصہ میں جماعت احمدیہ یا ذیلی تنظیموں کے زیرانتظام شائع کئے جاتے ہیں۔ خط و کتابت کیلئے ہمارا پتہ حسب ذیل ہے۔ براہ کرم خطوط میں اپنے مکمل پتہ کے علاوہ فون نمبر بھی ضرور تحریر فرمائیں:

AL-FAZL DIGEST, 22 DEERPARK ROAD, LONDON SW19 3TL U.K.

"الفضل ڈائجسٹ" کی ویب سائٹ کا پتہ یہ ہے:-

http://www.alislam.org/alfazal/d/

اہم امور میں مشاورت سے متعلق آنحضرت ﷺ کا اسوۂ حسنہ

آنحضور ﷺ حکم الٰہی وَشَاوِرْهُمْ فِی الْاَمْرِ کی تعمیل میں ہمیشہ صحابہ کرام سے اہم امور میں مشورہ طلب فرمایا کرتے تھے۔ کئی دفعہ بعض صحابہ نے بعض امور میں اجتماعی فائدہ کے پیش نظر از خود بھی آنحضرت ﷺ کی خدمت میں اپنی رائے پیش کی جس کے درست ہونے کی بنا پر آنحضرت ﷺ نے اس کو قبول فرمایا۔

روزنامہ "الفضل" ربوہ ۲۱ جون ۲۰۰۲ء میں مکرم محمد طاہر ندیم صاحب کے قلم سے اس موضوع پر ایک مضمون شامل اشاعت ہے۔

جنگ بدر کے موقعہ پر جب آنحضرت ﷺ کو قریش مکہ کے جنگ کی نیت سے نکلنے کی خبر ملی تو آپؐ نے صحابہؓ سے اس سلسلہ میں مشورہ طلب فرمایا۔ اس پر مہاجرین میں سے حضرت مقداد بن عمروؓ نے کہا: "یارسول اللہ! آپ وہی کریں جس کا اللہ نے آپ کو حکم دیا ہے۔ ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ خدا کی قسم! ہم آپ سے ویسا سلوک ہرگز نہیں کریں گے جیسا بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کیا تھا جب انہوں نے کہا کہ جاتو اور تیرا ربّ جاکر لڑتے پھرو ہم تو یہاں سے نہیں ہلنے والے۔ ہم آپ کے دائیں بھی لڑیں گے اور آپ کے بائیں بھی لڑیں گے اور آپ کے پیچھے بھی لڑیں گے اور آپ کے آگے بھی لڑیں گے اور دشمن آپ تک نہیں پہنچ سکتا جب تک کہ وہ ہماری لاشوں کو نہ روند لے"۔ اس پرجوش تقریر پر آپؐ بہت خوش ہوئے اور حضرت مقداد کو دعا دی۔

پھر آپؐ نے دوبارہ اپنا جملہ دہرایا کہ اے لوگو! مجھے مشورہ دو۔ درحقیقت آپؐ انصار کی رائے لینا چاہتے تھے۔ چنانچہ حضرت سعد بن معاذؓ بولے: "یارسول اللہ! ہم آپ پر ایمان لائے ہیں اور آپ کے برحق ہونے کی تصدیق کی ہے۔ ہم اس بات کے گواہ ہیں کہ جو تعلیم آپ لے کر آئے ہیں وہ سچی تعلیم ہے اور اس پر کاربند رہنے اور آپؐ کی اطاعت کرنے پر ہم نے آپؐ سے عہد وپیمان کئے ہوئے ہیں۔ اس لئے آپؐ جو کرنا چاہتے ہیں کریں ہمیشہ آپؐ ہمیں اپنے ساتھ پائیں گے۔ مجھے اس ذات کی قسم ہے جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے کہ اگر آپ ہمیں اپنے ساتھ سمندر میں بھی کودنے کو کہیں گے تو ہم میں سے ایک بھی ایسا نہیں ہوگا جو سمندر کی لہروں کا سینہ چیر کر آپؐ کے ساتھ نہ ہولے۔ اے رسول خدا! آپ کا ہمیں دشمن کے سامنے لاکھڑا کرنا ہمیں ہرگز ناگوار نہیں گزرا۔ ہم تو جنگوں میں ڈٹ کر مقابلہ کرنے والی قوم ہیں۔ اور شاید اب وہ وقت بہت قریب ہے جبکہ خداتعالیٰ آپؐ کو ہماری طرف سے فدائیت کے وہ نظارے دکھلا دے جس سے آپؐ کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں"۔

یہ پُرایمان تقریر سن کر حضورؐ بہت خوش ہوئے۔

جنگ بدر میں ہی جب کفار مکہ نے بدر کی وادی کے عدوۃ قصویٰ پر ڈیرہ ڈالا تو آنحضرت ﷺ نے صحابہ کے ساتھ ماء بدر کے قریب پڑاؤ فرمایا۔ اس پر حضرت حباب بن المنذرؓ آنحضرت ﷺ کے پاس آئے اور پوچھا: یارسول اللہ! کیا اس مقام پر قیام کرنے کا حکم خدا نے آپ کو دیا ہے کیونکہ اگر ایسا ہے تو پھر اس جگہ سے ادھر ادھر نہیں ہو سکتے یا کہ پھر یہ آپ کی رائے ہے اور جنگی حربہ ہے۔ آپؐ نے فرمایا: بلکہ یہ رائے ہے اور جنگی حربہ ہے۔ اس پر حبابؓ نے کہا کہ اگر ایسی بات ہے تو پھر یہ جگہ ہمارے ٹھہرنے کی نہیں بلکہ میرا مشورہ ہے کہ ہمیں پانی کے اس کنارہ پر پڑاؤ کرنا چاہئے جو کفار کے نزدیک ہے۔ اس طرح ہم پیچھے کی جانب زمین کھود کر حوض بنالیں گے اور پانی اس میں سٹور کرلیں گے۔ یوں جنگ کے دوران ہم تو پانی پی سکیں گے جبکہ وہ اس سے محروم رہیں گے۔ آنحضرت ﷺ کو یہ مشورہ بہت پسند آیا چنانچہ آپ اٹھے اور وہی جگہ قیام کے لئے اختیار فرمائی جس کی طرف حبابؓ نے اشارہ کیا تھا۔

جنگ بدر میں جہاں مشرکین کے بڑے بڑے سردار مارے گئے وہاں ان کی ایک بڑی تعداد قیدیوں کی صورت میں مسلمانوں کے قبضہ میں آگئی۔ ان قیدیوں کے ساتھ سلوک کرنے کے بارہ میں حضور ﷺ نے جب صحابہؓ سے مشورہ طلب فرمایا تو حضرت ابوبکر صدیقؓ کا مشورہ تھا کہ ان قیدیوں کے ورثاء سے فدیہ لے کر ان کی جان بخشی کردی جائے۔ یوں جہاں فدیہ کے مال سے دشمن کے مقابلہ میں مسلمانوں کی قوت میں مزید اضافہ ہوگا وہاں یہ بھی امید ہوگی کہ ان رہاشدہ قیدیوں کو شاید اللہ تعالیٰ ہدایت دیدے اور یہ اسلام قبول کرلیں۔ جبکہ حضرت عمرؓ نے کہا کہ ان لوگوں نے خدا کے رسول کو تکلیف پہنچائی ہے اور یہ سب آئمۃ الکفر ہیں لہٰذا ان کا قتل کرنا ہی بہتر ہے۔

آنحضرت ﷺ نے دونوں مشورے سنے اور رحمت کا پہلو اختیار کرتے ہوئے حضرت ابوبکرؓ کی رائے کے مطابق فیصلہ صادر فرمایا۔

جنگ احد کے وقت آنحضرت ﷺ نے صحابہؓ سے مشورہ مانگا کہ آیا ہم مدینہ سے باہر نکل کر دشمن کا سامنا کریں یا پھر مدینہ میں ہی رہ کر مقابلہ کریں۔ اکثر بزرگ صحابہ نے مشورہ دیا کہ مدینہ سے باہر نہ نکلا جائے جبکہ صحابہؓ کی ایک بڑی تعداد نے جو کہ جنگ بدر میں شمولیت کی سعادت سے محروم رہ گئے تھے، مدینہ سے باہر نکل کر لڑنے کا مشورہ دیا اور کہا کہ یارسول اللہ آپ ہمیں لے کر دشمن کی طرف نکلیں تاکہ وہ یہ نہ سمجھے کہ ہم بزدل اور کمزور ہیں۔ آنحضرت ﷺ بذات خود مدینہ میں رہ کر دفاع کرنے والی رائے کے حق میں تھے۔ لیکن دوسری رائے رکھنے والے صحابہؓ کے مسلسل اصرار کرنے پر آپؐ نے اُسے قبول فرمالیا۔ چنانچہ آپؐ اپنے گھر تشریف لے گئے، ذرع پہنی، اپنا اسلحہ اٹھایا اور نکلنے کے لئے تیار ہوگئے۔ دوسری طرف مدینہ سے نکلنے پر اصرار کرنے والے صحابہؓ کو شاید اپنی غلطی کا احساس ہوا لہٰذا جب آپؐ باہر تشریف لائے تو انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! شاید ہم نے بے جا اپنی رائے کا اظہار کیا ہے اس لئے اگر آپ پسند فرمائیں تو بے شک مدینہ میں ہی رہیں اور ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ لیکن یہاں فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ کا عظیم الشان نظارہ دیکھنے میں آیا۔ آپؐ نے فرمایا: "کسی نبی کے لئے جائز نہیں کہ اگر اس نے جنگ کی غرض سے اپنی ذرع پہن لی ہو تو پھر جنگ کئے بغیر اس کو اتار دے"۔

جنگ خندق کے موقع پر جب آنحضرت ﷺ کو قریش مکہ اور دیگر احزاب و قبائل کے مسلمانوں کی طرف خروج کی خبر ملی تو آپؐ نے صحابہؓ کو جمع کیا اور اُنہیں دشمن کے عزائم کے بارہ میں آگاہ کرکے مشورہ طلب فرمایا۔ صحابہ کرام کی طرف سے کئی آراء پیش کی گئیں جن میں سے ایک رائے حضرت سلمان فارسیؓ کی تھی۔ آپؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ! اگر ہمارے ملک میں ایسی صورت حال پیدا ہو جاتی تو ہم دشمن سے بچاؤ کی خاطر شہر کے گرد خندق کھود دیتے اور خود اندر رہ کر اپنا دفاع کرتے۔ یہ بات آنحضرت ﷺ کو بہت پسند آئی اور اس پر ہی عمل کرکے خندق کھودی گئی۔ واضح رہے کہ عربوں میں جنگ کے دوران اپنی حفاظت کے لئے خندق کھودنے کا رواج نہیں تھا اس لئے جب مشرکین کا دس ہزاری لشکر مدینہ پہنچا تو وہ خندق دیکھ کر ششدر رہ گئے اور انہوں نے کہا کہ یہ حربہ عربوں نے تو کبھی استعمال نہیں کیا تھا۔

جنگ خندق میں جب بنوقریظہ نے عہد شکنی کرتے ہوئے مشرکین کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے خلاف جنگ کی ٹھان لی اور دیگر بڑے قبائل میں سے بھی بعض ان کے ساتھ شامل ہوگئے۔ اور ایسے میں منافقوں نے طرح طرح کی حوصلہ پست کرنے والی باتیں پھیلانی شروع کردیں جو یقیناً جنگ کے دوران خطرناک ثابت ہو سکتی ہیں۔ چنانچہ شاید آنحضور ﷺ نے صحابہ کی قوت ایمانی، ان کے الٰہی نصرت و تائید پر اعتماد اور اعلائے کلمۂ حق کی خاطر ان کے جوش و جذبہ کو پرکھنا چاہا اور رؤسائے مدینہ حضرت سعد بن معاذؓ اور حضرت سعد بن عبادہؓ سے مشورہ طلب فرمایا کہ کیوں نہ ہم "غطفان" سے مدینہ کی ایک تہائی پھلوں کی پیشکش کے عوض کفار سے صلح کا ہاتھ بڑھائیں۔ تو انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا ایسا کرنا آپ کی ذاتی خواہش ہے یا اس کے کرنے کا خداتعالیٰ نے آپ کو حکم دیا ہے یا پھر آپ ایسا صرف ہماری خاطر کرنا چاہتے ہیں؟۔ آپؐ نے فرمایا بلکہ یہ میں تمہاری ہی خاطر کرنا چاہتا ہوں تاکہ کفار کی قوت کو کسی قدر کم کیا جاسکے۔ اس پر حضرت سعد بن معاذؓ نے کہا "اگر ایسا ہے تو خدا کی قسم! پھر ہم اُن کو سوائے تلوار کی دھار کے اور کچھ نہیں دیں گے"۔

صلح حدیبیہ کے موقعہ پر آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام کی ایک بڑی تعداد جب بیت اللہ کا قصد کرتے ہوئے نکلے تو راستہ میں آنحضور ﷺ کو اطلاع ملی کہ قریش آپ کو اس ارادہ سے روکنے کے لئے جمع ہو چکے ہیں اور اگر آپؐ نہ رُکے تو وہ آپؐ کے ساتھ جنگ کرنے سے بھی دریغ نہیں کریں گے۔ ایسے موقع پر آپؐ نے ایک دفعہ پھر صحابہؓ سے مشورہ طلب فرمایا۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! آپ کسی کو قتل کرنے یا کسی کے ساتھ جنگ کرنے کا ارادہ لے کر نہیں بلکہ بیت الحرام کی زیارت کی خاطر نکلے ہیں لہٰذا آپؐ چلتے چلیں اور اگر کسی نے ہمیں اس نیک ارادہ سے روکا تو ہم اس کا مقابلہ کریں گے۔ اس پر آپؐ نے فرمایا تو پھر اللہ کا نام لے کر چلو۔

صلح حدیبیہ ہی کے موقعہ پر جب بظاہر آنحضرت ﷺ نے قریش مکہ کے تمام مطالبات کو قبول فرمالیا جن میں اس دفعہ حج کئے بغیر واپس جانے کا مطالبہ بھی تھا تو صحابہ کرامؓ پر یہ بات بہت شاق گزری خصوصاً اس لئے بھی کہ وہ زیارت کعبۃاللہ کی نیت سے میل ہا میل کی مسافت طے کرکے آئے تھے اور اپنی قربانیاں بھی ساتھ لائے تھے۔ ایسے میں رسول کریمؐ نے حکم دیا کہ اپنی قربانیاں یہیں پر ذبح کردو اور اپنے سر منڈواؤ۔ اس پر صحابہ کرام کی جو پہلے ہی غم و حزن کی کیفیت سے گزر رہے تھے گویا اپنی جگہ پر جامد سے ہوگئے اور کوئی بھی قربانیوں کی طرف نہ بڑھا۔ صحابہؓ کی یہ حالت دیکھ کر آنحضرت ﷺ اپنے خیمہ میں تشریف لائے اور حضرت ام سلمہؓ سے ماجرا بیان فرمایا۔ حضرت امّ سلمہؓ نے آپ کو مشورہ دیتے ہوئے کہا "یارسول اللہ! لوگ غم کی کیفیت میں ہیں اور ان کا یہ حال نعوذباللہ نافرمانی کی نیت سے نہیں ہے، آپ باہر تشریف لے جاکر کسی سے بات کئے بغیر اپنی قربانی ذبح کردیں اور سر منڈوا دیں"۔ آپؐ کو یہ مشورہ بہت بھلا معلوم ہوا چنانچہ آپ نے ایسا ہی کیا۔ جب صحابہؓ نے یہ منظر دیکھا تو وہ اپنی قربانیوں کی طرف لپکے اور آن کی آن میں ان کو ذبح کردیا اور اتنی تیزی سے ایک دوسرے کے سر مونڈنے لگے کہ جلدی کی وجہ سے بعض صحابہ اپنے ساتھیوں کو زخمی کرنے لگے۔

Al Fazl International Weekly, London

16 GRESSENHALL ROAD, LONDON SW18 5QL (U.K.)

ISSN: 1352 9587

Tel: (020) 8540 7227

Vol. 10 Friday, January 24, 2003 Issue No. 4

صوبہ ارنگا اور امبیا (Iringa & Mbeya) تنزانیہ کے تیسرے جلسہ سالانہ کا شاندار انعقاد

(رپورٹ: فرید احمد۔ مبلغ سلسلہ تنزانیہ)

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ۸،۷،۶ ستمبر ۲۰۰۲ء کو صوبہ ارنگا اور امبیا کے تیسرے جلسہ سالانہ کا انعقاد صوبہ ارنگا کے علاقہ مٹویرا (Mtwivira) میں کیا گیا۔ جلسہ سالانہ کی تیاری ماہ فروری میں شروع کر دی گئی تھی۔ جلسہ کے لئے ایک بہت بڑا پلاٹ احبابِ جماعت نے وقارِ عمل کے ذریعہ صاف کیا اور حاضرین کے بیٹھنے کے لئے کرسیوں اور دیگر اشیاء کا انتظام کیا نیز گاڑیوں کی پارکنگ کے لئے خصوصی اہتمام کیا گیا۔ جلسہ سالانہ کے کام کو عمدہ طور پر چلانے کے لئے مختلف شعبہ جات کے تحت ایک کمیٹی تشکیل دی گئی۔

گورنمنٹ کے سرکاری اداروں سے اس جلسہ کی منظوری کئی روز قبل حاصل کر لی گئی تھی۔ صوبہ ارنگا اور امبیا کے علاقوں میں پوسٹرز آویزاں کئے گئے اور تمام اہلِ وطن کو جلسہ میں شرکت کی دعوت بذریعہ اخبار دی گئی نیز سرکاری افسران کو خطوط لکھ کر خصوصی دعوت دی گئی۔

تیاری جلسہ گاہ

جلسہ گاہ کو احبابِ جماعت نے بڑی محنت سے تیار کیا اور اسے خوبصورت بینرز کے ساتھ مزین کیا گیا جو کہ انگریزی اور سواحیلی دونوں زبانوں میں تیار کئے گئے تھے۔ مستورات کے لئے علیحدہ جلسہ گاہ کا انتظام کیا گیا۔ بجلی اور پانی کا اس موقع پر خصوصی انتظام کیا گیا تا کہ مہمانوں کو کسی قسم کی تکلیف کا سامنانہ کرنا پڑے۔

مہمانوں کی آمد

جلسہ شروع ہونے سے دو روز قبل ہی مہمانوں کی آمد کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا جو کہ صوبہ ارنگا (Region Iringa)، صوبہ امبیا (Mbeya Region)، صوبہ روووما (Ruvuma Region)، صوبہ کوسٹ (Coast Region)، صوبہ مورو گورو (Morogoro Region)۔ مہمان اپنی ذاتی گاڑیوں کے علاوہ گورنمنٹ ٹرانسپورٹ، پرائیویٹ سروسز اور سائیکلوں پر تشریف لائے اور بعض علاقوں میں شدید غربت کے باعث احباب جماعت نے پیدل سفر اختیار کرکے جلسہ میں شرکت کی۔

رہائش وطعام کا انتظام

مرکزی مہمانوں کی رہائش کا خصوصی اہتمام مشن ہاؤس ارنگا میں کیا گیا۔ اور باقی مہمانوں کے لئے گھروں کے علاوہ مسجد احمدیہ مٹویرا اور اس سے ملحقہ پلاٹ، معلم ہاؤس مٹویرا اور معلم ہاؤس مکانیا گیو میں کیا گیا تھا۔ اسی طرح کھانے کا بھی عمدہ انتظام تھا جس کے لئے بعض دوستوں نے رضاکارانہ خدمت کی توفیق پائی۔

اجتماعات

۶؍ ستمبر ۲۰۰۲ء بروز جمعۃ المبارک صوبہ ارنگا اور صوبہ امبیا کی ذیلی تنظیموں مجلس انصار اللہ، مجلس خدام الاحمدیہ، مجلس اطفال الاحمدیہ، لجنہ اماء اللہ اور ناصرات الاحمدیہ کے اجتماعات منعقد ہوئے۔ اس موقع پر تمام تنظیموں نے اپنے اپنے علمی و ورزشی مقابلہ جات کروائے۔

جلسہ سالانہ کا پہلا دن

۷؍ ستمبر بروز ہفتہ

جلسہ کی کارروائی کا آغاز صبح نو بجے تلاوت قرآن کریم سے ہوا اور سواحیلی زبان میں نظم پیش کی گئی۔ اس کے بعد صدر مجلس جناب امجالیو احمد (Majaliwa Mohamed) نے افتتاحی خطاب فرمایا۔ آپ کے خطاب کے بعد مہمان خصوصی ارنگا شہر کے میئر اور دوسرے سرکاری عہدیداران نے خطاب کیا۔ یہ پروگرام شام چھ بجے تک جاری رہا۔ جس میں مبلغین و معلمین سلسلہ نے بھی درج ذیل موضوعات ''حضرت مسیح کی آمد کی علامات'' ''پانچ نمازوں کی حکمت''، ''فیضان ختم نبوت''، ''جلسہ سالانہ کی اہمیت'' اور ''قرآن کریم کی عظمت'' پر تقاریر کیں۔

مجلس سوال وجواب و تبلیغی سیمینار

اسی روز غیر از جماعت احباب کے ساتھ مجلس سوال و جواب ہوئی۔ اس مجلس میں علماء سلسلہ نے احباب کے سوالات کے جوابات دیئے۔ نماز مغرب و عشاء کے بعد تبلیغی سیمینار ہوا جس میں احباب نے اپنی اپنی آراء سے نوازا کہ اس طریق پر اگر ہم تبلیغ کریں تو ہم زیادہ سے زیادہ کامیابی حاصل کرسکتے ہیں۔ نومبایعین نے بھی بڑی دلچسپی سے اس سیمینار میں شمولیت کی۔ تبلیغی سیمینار کے ختم ہونے پر ٹیلی ویژن اور وی سی آر کے ذریعہ بعض جماعتی پروگرام دکھائے گئے اور یہ پروگرام رات کافی دیر تک جاری رہا۔

دوسرا اور آخری روز

۸؍ ستمبر بروز اتوار

جلسہ کی کارروائی کا آغاز ۹:۳۰ بجے صبح تلاوت قرآن کریم سے ہوا اور سواحیلی نظم پیش کی گئی۔ دوسرے دن کے اس اجلاس کی صدارت ڈاکٹر عیدی موانگا صاحب نے کی۔ اس روز جلسہ کی کارروائی شام چھ بجے تک جاری رہی جس میں درج ذیل مختلف عناوین کے تحت مقررین نے اپنے خیالات کا اظہار کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات، اسلامی تعلیم کا حسن، جلسہ سالانہ لندن ۲۰۰۲ء کا آنکھوں دیکھا حال، حقوقِ زوجین، بد رسومات کے خلاف جہاد، سیرت النبی ﷺ۔ اس سیشن میں نومبائعین نے بھی تقاریر کیں اور اپنے اپنے قبول احمدیت کے واقعات بیان کئے۔ اس روز بھی ایک مجلس سوال و جواب کا انعقاد کیا گیا جس میں حاضرین جلسہ اور غیر از جماعت مہمانوں کے سوالات کے جوابات دیئے گئے۔

تربیتی سیمینار و ویڈیو پروگرام

نماز مغرب و عشاء کے بعد تربیتی سیمینار ہوا جس میں احباب نے نومبائعین کی تربیت کے بارہ میں اپنی اپنی آراء کا اظہار کیا۔ اس کے بعد ایک ویڈیو پروگرام کیا گیا جس میں مہمانوں کو مختلف مذاکرات کی کیسٹس، ایم ٹی اے کے پروگرامز کے علاوہ بعض دوسری کیسٹس دکھائی گئیں۔ احباب کرام نے بڑے ذوق و شوق سے اس پروگرام میں شمولیت کی۔

اختتامی اجلاس

جلسہ کے اختتامی اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے مکرم مظفر احمد درانی امیر و مشنری انچارج جماعت احمدیہ تنزانیہ نے حاضرین جلسہ کو نصائح کیں۔ آپ نے بتایا کہ اس وقت دنیا میں امن و امان کی تعلیمات دینے والی اگر کوئی جماعت ہے تو وہ جماعت احمدیہ ہی ہے۔ اس لئے ہم سب کو بہترین مثالیں دنیا میں قائم کرنی چاہئیں۔ اخلاقی و روحانی اور علمی میدانوں میں آگے بڑھنا چاہئے اور اپنے آنے والے نئے بھائیوں کو بھی ساتھ لے کر چلنے کا عزم کرنا چاہئے۔ خدا تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پُرسوز دعائیں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی حضرت مولوی یعقوب علی عرفانی صاحبؓ فرماتے ہیں:۔

''حضرت مخدوم الملّت مولوی عبدالکریم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک دن بیان کیا کہ بیت الدعاء کے اوپر میرا حجرہ تھا اور میں اسے بطرز بیت الدعا استعمال کیا کرتا تھا۔ اس میں سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی حالت دعا میں گریہ وزاری کو سنتا تھا۔ آپ کی آواز میں اس قدر درد اور سوزش تھی کہ سننے والے کا پتہ پانی ہوتا تھا اور آپ اس طرح پر آستانہ الٰہی پر گریہ و زاری کرتے تھے جیسے کوئی عورت دردِ زہ سے بیقرار ہو۔ وہ فرماتے تھے کہ میں نے غور سے سنا تو آپ مخلوقِ الٰہی کے لئے طاعون کے عذاب سے نجات کے لئے دعا کرتے تھے کہ الٰہی! اگر یہ لوگ طاعون کے عذاب سے ہلاک ہو جائیں گے تو پھر تیری عبادت کون کرے گا۔

یہ خلاصہ اور مفہوم حضرت مخدوم الملّت کی روایت کا ہے۔ اس سے پایا جاتا ہے کہ باوجودیکہ طاعون کا عذاب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تکذیب اور انکاری کے باعث آیا۔ مگر آپ مخلوق کی ہدایت اور ہمدردی کے لئے اس قدر حریص تھے کہ اس عذاب کے اٹھائے جانے کے لئے باوجودیکہ دشمنوں اور مخالفوں کی ایک جماعت موجود تھی رات کی سنسان اور تاریک گہرائیوں میں رو رو کر دعائیں کرتے تھے۔ ایسے وقت جبکہ مخلوق اپنے آرام میں سوتی تھی، یہ جاگتے تھے اور روتے تھے۔ القصّہ آپ کی یہ ہمدردی اور شفقت علیٰ خلق اللہ اپنے رنگ میں بے نظیر تھی۔''

(سیرت حضرت مسیح موعودؑ حصہ سوم صفحہ ۴۲۸۔۴۲۹)

★★★★★★★★★★

معاند احمدیت، شریر اور فتنہ پرور مفسد ملاؤں کو پیش نظر رکھتے ہوئے خصوصیت سے حسب ذیل دعا بکثرت پڑھیں

اَللّٰھُمَّ مَزِّقْھُمْ کُلَّ مُمَزَّقٍ وَ سَحِّقْھُمْ تَسْحِیقاً

اے اللہ انہیں پارہ پارہ کر دے، انہیں پیس کر رکھ دے اور ان کی خاک اڑا دے۔